جن اسباب و علل کی وجہ سے ایک مسلمان قابل / مستحق قتل بن جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامدا و مصلیا و مسلما

اکثر لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ اسلام کسی مسلمان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کوئی مسلمان جو بھی چاہے کرتا پھرے، پر اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ادنی سا جانور چیونٹی تک کو ایذی پہونچانے سے اسلام روکتا ہے تو چہ جائے کہ کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کرنے کی اجازت دیدے۔ کچھ تنخواہ خور سرکاری مولویوں کی ایمان فروشی اور پروپیگنڈے کی وجہ سے آجکل اس طرح کی باتیں عروج پر ہے۔ بناء بریں اگر مجاہدین ناستک، ملحد، مرتد یا ہم جنس پرستوں کی طرح زمین میں فساد پھیلانے والوں کو قتل کردے تو بعض لوگ شک و تردد میں پر جاتے ہیں کہ یہ قتل کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟! مجاہدین حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتے۔ انسانیت کا گلا گھونٹتے ہیں۔ وہ بے رحم، خونخوار اور انتہاء پسند ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور جن لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے تھوڑے بہت واسطہ ہے ان میں سے اکثریت کی سوچ یہ ہے کہ اسلام صرف تین قسم کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے:

١-جو مسلمان کسی بے گناہ مسلمان کو قصداً ناحق قتل کر دیتا ہے۔

٢-شادی شدہ زناکار مرد یا عورت۔

٣-اسلام سے منہ موڑنے والا مرتد۔

ان کا خیال ہے کہ اس کے علاوہ دیگر مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة۔

ترجمہ: جو مسلمان یہ گواہی دیتا ہو کہ ایک اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور میں اللہ کے رسول ہوں۔ تو تین وجہوں میں سے کسی ایک کے علاوہ اس کا خون حلال نہیں ہے:

١۔ جان کے بدلے جان،

٢۔ شادی شدہ زناکار،

٣۔ مسلمانوں کے جماعت سے نکلنے والا مرتد۔

(صحیح بخاری: حدیث نمبر، ٦٤٨٤، صحیح مسلم: حدیث نمبر، ٤٤٦٨)

اس حدیث کی وجہ سے وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ حدیث میں مذکور تین طبقات کے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

اور ان طبقات کے بارے میں بھی ان کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قتل بھی صرف امام ہی کر سکتا ہے کوئی اور اسے سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس وجہ سے جب بھی مجاہدین کسی مرتد، ملحد کو قتل کرتے ہیں تو یہ حضرات شک میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ کس طرح جائز ہے؟ اور امت کے حقیقی محافظین کے بارے میں نا مناسب و نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

یہاں پر ان سے دو غلطیاں سرزد ہوئی ہے:

ا۔ قتل کو مذکورہ تین قسم میں محدود کر لینا۔ حالانکہ حقیقت میں قتل کا دائرہ بہت وسیع اور کشادہ ہے ۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال علماؤنا : إن أسباب القتل عشرة بما ورد من الأدلة۔ اھ

ترجمہ: ہمارے ائمہ کے اقوال ہے کہ دلیل وادلہ کے بناء پر قتل کے سبب دس ہیں۔

(تفسیر قرطبی: جلد،۷۔ ص،۱۱۸)

یعنی ان دس سببوں میں سے کسی ایک سبب، کسی مسلمان میں موجود رہنے کی صورت میں اسے قتل کرنا جائز ہے۔

حدیث کے جواب:

ما قبل میں مذکور حدیث کے اندر قتل کے سبب کو تین قسم میں محدود کیا گیا اس کے جواب، حدیث میں صرف بنیادی تین سببوں کو ذکر کیا گیا جس کی فروعات دس (یہاں تک کہ دس سے بھی زیادہ ہے) تک پہونچتی ہے۔ یعنی مذکورہ تین سبب بنیادی سبب ہے۔ جس کے اندر اور بھی بہت سارے سبب مشتمل ہے۔ جیسے حدیث میں قتل کا ایک سبب کسی مسلمان کو ناحق قصداً قتل کرنا، بتایا گیا۔ لیکن اگر کسی مسلمان کے قتل میں بہت سارے لوگ شامل ہو، جن میں سے کوئی براہ راست قتل میں (جیسے ذبح یا گولی چلائی) شریک تھا۔ اور کچھ پہرے دینے میں تو اس صورت میں اس ایک مسلمان کی جان کے بدلے میں، اس جرم میں حصہ لینے والے ہر ایک کو ہی قتل کیا جائے گا۔ جو براہ راست ذبح یا گولی چلائی، ان کو جس طرح قتل کیا جائے گا اسی طرح جو پہرے دے رہے تھے انہیں بھی قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ ان سب کی اجتماعی کوششوں کے ذریعے سے ہی اسے قتل کیا گیا تھا۔ اسلئے ان سب کو اس جرم کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ اس حدیث میں پہرے دینے والوں کو قتل کرنے کا حکم صراحۃً مذکور نہیں ہے۔ لیکن حدیث کی

عمومیت میں وہ بھی شامل ہے۔اس موضوع پر دیگر احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے۔اس بارے میں تفصیلی بحث آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

۲۔ دوسری غلطی جو ان حضرات سے سرزد ہوئی ہے وہ ہے ہر طبقے کے قتل کیلئے امام کی شرط کو عائد کرنا۔ حالانکہ مرتد (اسی طرح دیگر طبقے) کے قتل کیلئے امام کا ہونا شرط نہیں ہے-بلکہ کوئی بھی مسلمان انہیں قتل کرسکتا ہے۔جیسے اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو تلوار سے قتل کرنے کی کوشش کررہا ہے، اب باپ کو قتل کئے بغیر اس سے بچنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔اس صورت میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ وہ لڑکے آپنے باپ کو قتل کردے۔یہ قتل اپنی جان بچانے کیلئے ہے۔جیسا کہ ھدایہ میں ہے:

لو شهر الأب المسلم سيفه على ابنه ولا يمكنه دفعه إلا بقتله يقتله. اه۔

ترجمہ: اگر مسلمان باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کی غرض سے تلوار اٹھائے، اور اس کو قتل کئے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔تو بیٹے اپنے باپ کو قتل کردے۔(ھدایہ ج:۱ص:۳۷۹)

غور کریں کہ یہاں پر باپ کو قتل کیلئے امام کی ضرورت نہیں ہے۔اس کے علاوہ اور بھی کئے جگہے ایسے ہیں جہاں کسی مسلمان کو قتل کرنے کیلئے امام کی کوئی شرط نہیں ہے۔یہاں تک کہ امام کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(اگر امام دنیا میں موجود)۔دار الاسلام ہونا بھی شرط نہیں ہے۔دار الاسلام کی شہری ہونا بھی شرط نہیں ہے۔اسلئے کسی بھی قسم کے قتل کیلئے امام یا دار الاسلام کی شرط لگانا سراسر غلط ہے۔

موقع کے لحاظ سے اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالوں تاکہ ہم اس سے فائدہ حاصل کرسے-بس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں-زیادہ تفصیل میں جانے کا ارادہ نہیں ہے۔بس ضرورت تک اکتفاء کرینگے ان شاء اللہ-وماتوفیقی الا باللہ۔

لا يحل دم امرأ مسلم۔۔۔۔۔۔۔الا بإحدى ثلاث:

حدیث کے حوالے سے چند باتیں:

اس حدیث سے بعض حضرات شک میں پڑ گئے کہ تین طبقے کے مسلمان کے علاوہ کسی اور مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔حالانکہ حقیقت میں شریعت الٰہی نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے طبقات کو قتل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔اس حدیث کی تشریحات میں ائمہ اسلام نے ان کو ذکر کیا ہے۔اس

حدیث کے ان قتلوں کا ظاہراً جو تعارض دیکھ رہا ہے، انہوں نے اس کی بھی تطبیق دی ہے۔ ما قبل میں اس کی طرف کچھ اشارہ کیا گیا تھا۔ یہاں پر ہم اسے تھوڑی تفصیل سے بتائینگے ان شاء اللہ تعالی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (وفات:٦٧٦) رقمطراز کرتے ہیں:

قال العلماء: ويتناول ايضا كل خارج عن الجماعة ببدعة او بغي او غيرهما، وكذا الخوارج، و الله أعلم۔ و اعلم أن هذا عام يخص منه الصائل و نحوه فيباح قتله في الدفع۔

ترجمہ: ائمہ اسلام کہتے ہیں کہ ہر ایسے مسلمان جو بدعت یا امام کے خلاف بغاوت میں شامل ہو کر یا پھر کسی اور طریقے سے مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے اس کے اوپر بھی قتل کا یہ حکم لاگو ہو گا۔ اسی طرح خوارج بھی اس حکم میں شامل ہے۔ واللہ اعلم۔ سنوں! (جان مال و عزت آبرو پر حملہ آور سمیت اس طرح کے دیگر افراد اس حدیث کی ممنوعیت سے مستثنی ہے۔ چنانچہ اپنے دفاع کیلئے انہیں قتل کرنا جائز ہے۔

(شرح المسلم للنووی رحمۃ اللہ علیہ: ص، ۱٦۵ ج، ۱۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تشریح کے اندر اس حدیث میں مذکور تین طبقات کے علاوہ کچھ دوسرے طبقات کے مسلمانوں کا بھی ذکر کیا ہے، جنہیں قتل کرنا جائز ہے۔

۱۔ بدعتی (پر ہر بدعتی نہیں، بلکہ بعض تشدد پسند بدعتی)۔

۲۔ شرعی امام کے خلاف بغاوت کرنے والا باغی۔

۳۔ خوارج۔

۴۔ جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ آور۔

اس کے علاوہ بھی دیگر طبقات جن کے نام صراحت سے انہوں نے بتایا نہیں، بس اشارے کر دئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۸۵۲ھ) امام ابو حفص قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ٦۵٦ھ) سے روایت کرتے ہیں:

يلتحق به من خرج عن جماعة المسلمين وإن لم يرتد كمن يمتنع من إقامة الحد عليه إذا وجب ويقاتل على ذلك كأهل البغي وقطاع الطريق والمحاربين من الخوارج وغيرهم۔ اھ

ترجمہ: مرتد کا حکم لاگو ہو گا ایسے مسلمان پر بھی جو مرتد تو ہوا نہیں لیکن مسلمانوں کی جماعت سے نکل گیا ہو۔ مثلاً ایسے مسلمان جس پر شریعت کی کوئی حد (سزا) لاگو ہوتی ہو مگر وہ اسے اپنے اوپر لاگو کرنے نہیں دے رہا ہے، بلکہ اس کے خلاف جنگ پر اتر آرہا ہے۔ جیسے (شرعی امام کے خلاف بغاوت کرنے والا) باغی، ڈاکو، جنگ میں شامل ہونے والا خوارج اور اس طرح کے دیگر مسلمان۔

(فتح الباری: ص، ۳۵۳ ج، ۷)

یہاں پر قابل قتل اور بھی چند طبقات کے مسلمانوں کا تذکرہ ملتا ہے:

۵۔ جس پر شریعت کے مقرر کردہ کوئی حد (سزا) لاگو ہو (جیسے زنا کی سزاء) لیکن وہ اسے اپنے اوپر قائم کرنے نہیں دے رہا ہے، بلکہ اس کے خلاف جنگ پر آمدہ ہوا ہے۔ اس کے خلاف جنگ کئے بغیر اس پر حد قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔

۶۔ راہزن، ڈاکو۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمان۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نیز فرماتے ہیں:

حکی بن التین عن الداودي أن هذا الحديث منسوخ بآية المحاربة {من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الارض} قال: فأباح القتل بمجرد الفساد في الارض۔ قال: ورد في القتل بغير الثلاث أشياء، منها: ۔ قوله تعالى: {فقاتلوا التي تبغي} ۔ وحديث (من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوه) ۔ وحديث (من اتى بهيمة إنسان أو حريمه بغير حق ۔ ومانع الزكاة المفروضة ۔ ومن ارتد ولم يفارق الجماعة ۔ ومن خالف الاجماع وأظهر الشقاق والخلاف ۔ والزنديق إذا تاب على رأي ۔ والساحر. اهـ فاقتلوه) ۔ وحديث (من خرج وأمر الناس جمع يريد تفريقهم فاقتلوه) ۔ وقول عمر (تغرة أن يقتلا) ۔ قول جماعة من الائمة: إن تاب أهل القدر وإلا قتلوا ۔ وقول جماعة من الائمة: يضرب المبتدع حتى يرجع أو يموت ۔ وقول جماعة من الائمة: يقتل تارك الصلاة. قال: وهذا كله زائد على الثلاثة. قلت: وزاد غيره قتل: ۔ من طلب أخذ مال

ترجمہ: ابن تین رحمۃ اللہ علیہ داود رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: یہ حدیث آیت محاربہ کی وجے سے منسوخ ہو گئی ہے۔ اور آیت محاربہ یہ ہے: (من قتل نفسا بغير نفس او فساد في الارض الخ)

ترجمہ: کسی کو قتل کئے یا زمین میں فساد پھلائے بغیر ہی کسی کو قتل کرنا (گویا کہ تمام انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہیں) (سورہ مائدہ: ۳۲) انہوں نے کہا کہ یہ (آیت) زمین میں فساد بڑپا کرنے پر ہی قتل کی اجازت دے تی ہے۔ نیز فرماتے ہیں: حدیث میں مذکور تین سببوں کے علاوہ بھی قتل کی اجازت کے بارے میں اور بھی بہت سارے سبب مختلف آیات قرآنی اور احادیث نبوی ص میں مذکور ہوئے ہیں۔ جیسے:۔

قال اللہ تعالیٰ: (فقاتلوا التی تبغی) (اگر مسلمانوں کی دو جماعت آپس میں لڑائی کرنے لگے تو ان میں صلح کر دو۔ پھر اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگے تو جس نے زیادتی کی اس کے خلاف لڑائی کرو، (جبتک نہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔) (سورۂ حجرات: ۹)۔

حدیث:(من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوہ)"کسی کو قوم لوط کے عمل کر تا ہوا ملے (ہم جنسی پرستی) تو اسے قتل کر دو۔"

حدیث:(من أتی بھیمۃ فاقتلوہ)" جو جانوروں کے ساتھ جماع کرتا ہے اسے بھی قتل کرڈالو"۔

حدیث: (من خرج وامر الناس جمع یرید تفریقھم فاقتلوہ)" اگر مسلمانوں کسی ایک امام کی بیعت پر متفق ہے اور کوئی بغاوت کر کے اس اتحاد کو ختم کرنا چاہتا ہے تو اس کو قتل کرڈالو"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کہ (تغرۃ ان یقتلا) اگر مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کوئی کسی کو بیعت دے تو اسے بھی بیعت نہیں دی جائے گی، اور جسے اس نے بیعت دی اسے بھی نہیں کیونکہ، ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک قتل کر دئے جائے۔

ائمہ اسلام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر قادریہ فرقہ کے ماننے والے توبہ کرلے تب تو ٹھیک ہے ورنہ ا نہیں قتل کر دیا جائے گا۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ اہل بدعت کو مارتے رہو یہاںتک کہ توبہ کرلے یا پھر مار کھاتے کھاتے مر جائے۔

بعض ائمہ کے نزدیک بے نمازی کو قتل کر دیا جائے گا۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام اسباب و علل حدیث میں مذکور تین طبقے کے اسباب و علل سے باہر ہے۔

اور میں کہتا ہوں کہ بعض ائمہ اور بھی اسباب بتائے ہیں:۔

اگر کوئی کسی کے مال و عزت پر حملہ کریں۔

ف رضی اللہ عنہ زکوۃ کو ادا کرنے سے انکار کرنے والا۔

جو شخص مرتد ہو گیا لیکن ابھی تک وہ مسلمانوں کی جماعت سے نکلا نہیں ہے۔

جو اجماع سے ثابت شدہ کسی شرعی قانون کی مخالفت کر کے انتشار و نا اتفاقی پیدا کرے۔

ایک قول کے مطابق زندیق جب وہ توبہ کرلے۔

جادوگر۔

(فتح الباری: ص-۳۵۶ج-۷)

اس تشریح سے ہمیں مزید کچھ طبقے کے مسلمانوں کے بارے میں پتہ چلا جنہیں قتل کرنا جائز ہے:۔

۷۔ زمین میں فساد پھیلانے والے۔

۸۔ کسی جماعت کا ناحق کسی دوسری جماعت کے خلاف جنگ کرنا۔

۹۔ ہم جنس پرست (لوطی، اغلام باز)۔

۱۰۔ جانور کے ساتھ جماع کرنے والا۔

۱۱۔ اہل حل والعقد کے مشورہ کے بغیر کسی کو بیعت دینا۔ نیز اھل حل والعقد کی اجازت نہ ہونے کے بعد بھی اس بیعت پر ڈٹے رہنا۔ ایسی حالت میں جس نے بیعت دی ہے اور جس کو دی گئی ہو ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ قدریہ فرقے کے لوگ۔

۱۳۔ بدعتی۔

۱۴۔ نماز ادا کرنے سے انکار کرنے والا۔

۱۵۔ فرض زکوۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والا۔

۱۶۔ جو اجماع سے ثابت شدہ کسی شرعی قانون کی مخالفت کر کے امت میں انتشار اور نااتفاقی پیدا کرے۔

۱۷۔ زندیق (اگرچہ توبہ کرلے)۔

۱۸۔ جادوگر۔ (مرد ہو یا عورت)۔

بہر حال مذکورہ حدیث کی تشریحات میں ائمہ اسلام کے اقوال و آراء سے ہمیں ذیل میں مذکور ۱۸ قسم کے مسلمان ملے جن کو قتل کرنے کی اجازت شریعت مطہر نے دے رکھی ہے۔ پر مذکورہ حدیث میں ان میں سے کسی بھی طبقے کا کوئی ذکر نہیں ہے:۔

۱۔ بدعتی (پر سب بدعتی نہیں بلکہ بعض متشدد قسم کے بدعتی)۔

۲۔ شرعی امام کے خلاف بغاوت کرنے والا باغی۔

۳۔ خوارج۔

۴۔ جان ومال یا عزت و آبرو پر حملہ کرنے والا۔

۵۔ جس پر کسی شرعی حد (سزا) (جیسے زنا کی سزا) لاگو ہو لیکن وہ اسے اپ نے اوپر قائم کرنے سے روکتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف جنگ پر اتر آئے۔ اس کے خلاف جنگ کرنے کے علاوہ اس پر وہ قانون قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔

۶۔ راہ زن) (ڈاکو)۔

۷۔ زمین میں فساد پھیلانے والا۔

۸۔ کسی جماعت کا کسی دوسری جماعت کے خلاف ناحق جنگ کرنے سے۔

۹۔ ہم جنس پرست (لوطی)۔

۱۰۔ جانوروں کے ساتھ جماع کرنے والا۔

۱۱۔ اھل والعقد کے مشورہ کے بغیر ہی کسی کو بیعت دے دینا اور اھل حل والعقد کے نامنظوری کے باوجود بھی اس بیعت پر قائم رہنا، ایسی صورت میں ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

۱۲۔ قادریہ فرقے لوگ۔

۱۳۔ بدعتی۔

۱۴۔ نماز ادا کرنے سے انکار کرنے والا۔

۱۵۔ فرض زکوۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والا۔

۱۶۔ اجماع سے ثابت شدہ کسی شرعی حکم کی مخالفت کرکے امت میں انتشار اور اختلاف پیدا کرنے والا۔

۱۷۔ زندیق (اگرچہ وہ توبہ کرلے)۔

۱۸۔ جادوگر۔(مرد ہو یا عورت)۔

ضروری تنبیہ: ان طبقات کے لوگوں کو بغیر جانچ پڑتال کے قتل کرنا جائز نہیں۔ خاص حالت پر مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے ورنہ پھر جائز نہیں۔

آگے ان سب کے حوالے سے الگ الگ بحث آئے گی ان شاء اللہ امید کرتے ہیں کہ اس وقت اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

حدیث کی تطبیق:

ہم نے دیکھا ہے کہ شریعت مطہرہ مذکورہ تین طبقات کے علاوہ بھی دیگر مسلمانوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ تو پھر مذکورہ حدیث میں کس طرح قتل کو صرف تین طبقات میں منحصر کر دیا گیا؟

اس کی تطبیق مختلف ائمہ نے مختلف طریقے سے کیا ہے۔ جیسے:۔

۱۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔ جیسے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ داود رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ آیت محاربہ سے یہ حدیث منسوخ ہو گئی ہے۔

۲۔ بعض نے کہا کہ اس حدیث کے باہر جتنی بھی قسم میں قتل کی اجازت آئی ہے ان کو ان تین طبقات کے کسی نہ کسی طبقات میں رکھا جاسکتا ہے، جیسے ہم جنس پرستی اور جانور سے جماع کو زنا کے باب میں ہم ڈال سکتے ہیں۔ خوارج اور باغیوں کو دین سے پھرنے والا مرتدوں کے حکم میں رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح سب ہی طبقات کو کسی نہ کسی قسم میں رکھا جاسکتا ہے۔ چناچہ بنیادی سبب تو تین ہیں پر ذیلی سبب بہت سارے ہیں۔

۳۔ لیکن سب سے زیادہ مضبوط تطبیق وہی سمجھ میں آرہی ہے جونکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ اور وہ یہ ہے کہ حدیث میں جو تین طبقات کے قتل کے بارے مین بتایا گیا ہے (ناحق قاتل، شادی شدہ زناکار مرد ہو یا عورت، مرتد) انہیں ہر حال میں قتل کرنا فرض ہے۔ خواہ وہ دوسرے کو نقصان پہونچاتا ہو یا نہ ہو۔ ہر قیمت پر انہیں قتل کیا جائے گا۔ یہ تین طبقے ایسے ہیں کہ ان کی ذات ہی قابل قتل ہے۔ وہ کوئی دوسرے جرم میں ملوث ہو یا نہ ہو، یہ نہیں دیکھا جائے گا۔ زنا، قتل اور ارتداد ایسا جرم ہے کہ ان کے مرتکب شخص اپ نے جینے کا حق کھو دیتا ہے۔ ان جرائم کے مرتکب ہونے کے بعد اگر کوئی دوسرا جرم نہ بھی کریں تب بھی انہیں قتل کر دیا جائےگا۔

اس کے برعکس باقی اٹھارہ طبقہ جن کے قتل کے بارے میں آیات قرآنی اور احادیث وارد ہوئی ہے۔ ان کو اسلئے قتل کیا جاتا ہے تاکہ ان کے شر سے بچا جاسکے۔ یہاں پر ذات مراد نہیں ہے، برائی کو ختم کرنا مراد ہے۔ اگر بغیر قتل ہی برائی کو ختم کر دینا ممکن ہو تو پھر انہیں قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے

۔۔ اگر باغی اپنی بغاوت سے باز آجائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۔۔ اگر کسی کے جان و مال، عزت و آبرو پر حملہ کرنے والا شخص کو قتل کے بغیر ہی (دھمکی، چیخ و پکار یا تھوڑی بہت مار سے) روکا جاسکے تو اسے بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

۔۔ زکوۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والا شخص زکوۃ دینے پر راضی ہو جائے تو اب اس کے خلاف بھی جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی طبقات کے بھی یہی حال ہے۔ اگر بغیر قتل ہی ان کی شر کو روکا جاسکے تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اس حدیث میں مذکور تین طبقے اس سے مستثنی ہے۔ کیونکہ ان کے معاملہ شر کو روکنے کے ساتھ منسلک نہیں ہے، بلکہ ان کی ذات ہی ایسی ہے کہ وہ اب زندہ رہنے کے قابل نہیں رہی۔ ان کو اب دنیا سے ہی ہٹا دینا ہے۔

مثال:۔

مثال کے طور پر، نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہر ایک سے ادا ہونا مقصود ہے۔ ایک کی نماز دوسرے کے پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔ اسی طرح گھر کے ایک فرد باقی سب کی طرف سے نماز پڑھ لینے سے باقیوں کے ذمے سے نماز ساقط نہیں ہو گی۔ ہر ایک کو اپنی اپنی نماز الگ الگ ادا کرنا ہے۔ لیکن جہاد فی سبیل اللہ ایک ایسا فریضہ ہے جو نکہ ہر ایک سے صادر ہونا مقصود نہیں ہے۔ کفار کی طاقت اس کی شان شوکت کو توڑ کر انہیں اسلام یا جزیہ دینے پر مجبور کرنا اس کا مقصد اور نصب العین ہے۔ اگر چند مسلمانوں سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو باقی مسلمان اگر جہاد نہ بھی کریں تب بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر نفیر عام ہو تو پھر ہر ایک کیلئے ضروری ہے۔ اس وقت ہر ایک کو جہاد میں شرکت کرنا لازمی ہے۔

یہاں پر بھی یہی بات ہے۔ مذکورہ تین طبقے کے عین ذات ہی دنیا مین رہنے کے نا قابل ہے۔ اسلئے انہیں قتل کر دینا ہے۔

اور باقیوں سے شر کو روکنا مقصود ہے۔ اگر شر بغیر قتل ہی بند ہو جائے تو پھر قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر بغیر قتل کے شر کو نہ روکا جائے تو قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس حدیث کے ساتھ دوسری احادیث اور آیت قرآنی کے کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس حدیث میں مخصوص تین طبقے کا تذکرہ آیا ہے۔ اور دوسری احادیث و آیت میں دیگر طبقات کا تذکرہ آیا ہے۔ ایک کے ساتھ دوسرے کا کوئی تعارض و تناقص نہیں۔

اب ہم علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح پر دھیان دینگے کہ انہوں نے اس بات کو چھوٹی سی عبارت میں سمجھایا ہے:۔

والتحقيق في جواب ذلك أن الحصر فيمن يجب قتله عينا أما من ذكرهم فان قتل الواحد منهم إنما يباح إذا وقع حال المحاربة والمقاتلة.

ترجمہ: اور حقیقی جواب اس کا یہ ہے کہ تین طبقے میں منحصر ہونا ایسے لوگوں کیلئے جن کے ذات کو ہی قتل کرنا فرض ہے۔ اس کے بر عکس دیگر طبقات کے لوگوں کو صرف اسی وقت قتل کرنا جائز ہو گا جب ان کے ساتھ جنگ چھیڑ جائے۔

(فتح الباری: ص، ۳۵۳ ج، ۷)

فائدہ: شادی شدہ زناکار (اگر غلام، باندی نہ ہو کیونکہ ان کا حکم الگ ہے) توبہ کرے یا نہ کرے ہر حال میں ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اسے معاف کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

اگر مرتد توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسے بھی معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

لیکن اگر ناحق قتل کرنے والے کو مقتول کے ولی معاف کردے تو وہ قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ورنہ اسے بھی قتل کردیا جائے گا۔

اسلام میں اسلحہ استعمال کرنے کی اہمیت:

اسلام ایک ایسا عالمی نظام ہے جس کے ساتھ اسلحہ کا تعلق ناگزیر ہے۔اسلحہ کے استعمال کے بغیر اس نظام کو واقعی قائم یا حفاظت کرنا کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔بیرونی دشمنوں سے بچاؤ اور اسلام کو عالمی اقتدار کے مسند پر فائز کرنا جس طرح اسلحہ کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح مسلمانوں کے آپس میں امن وچین، جان ومال، عزت و آبرو کے تحفظ بھی بغیر اسلحہ کے استعمال کے ممکن نہیں۔اسلئے اللہ تعالی نے کتاب نازل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ زمین میں اسلحہ بنانے کا وسائل بھی پیدا کیا۔ تاکہ کتاب میں نازل کردہ رشد وھدایت اور دستور زندگی کو اسلحہ کی مدد سے قائم اور حفاظت کی جاسکے۔کیونکہ خود اپنی مرضی سے دین اور دینی قوانین کے اتباع ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے۔ھدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر چلنا اکثر انسان کی طبیعت ہے۔انہیں راہ راست پر لانے کیلئے اسلحہ کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔اسلئے اللہ تعالی نے کتاب کے ساتھ ساتھ اسلحہ بنانے کا وسائل بھی پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں اور تاکہ معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے بیشک اللہ زور آور ہے زبردست۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

{وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد} أي: وجعلنا الحديد رادعا لمن أبى الحق وعانده بعد قيام الحجة عليه

ترجمہ: (اور میں نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت جنگی قوت ہے) یعنی لوہے کو میں نے ایسے لوگوں کے روک تھام کیلئے پیدا کیا جو واضح دلیل کے آجانے کے باوجود بھی حق کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اور اس سے دشمنی رکھتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ص۲۷ ج۸)

چنانچہ مجرموں اور سرکشوں پر قابو پانے کیلئے ہتھیار کا استعمال ناگزیر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولن يقوم الدين إلا بالكتاب والميزان والحديد . كتاب يهدي به، وحديد ينصره، كما قال تعالي .

ترجمہ: کتاب، میزان اور لوہے کا اجتماع کے بغیر ہرگز دین قائم نہیں ہو سکتا۔ کتاب سے ہدایت اور لوہے اس کی مدد و اعانت کیلئے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔

(مجموع الفتوی: ص۳۵-۳۶)

ایک دوسری جگہ میں انہوں نے ارقام کیا:۔

قال تعالى: {وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس وليعلم الله من ينصره ورسله بالغيب} فمن عدل عن الكتاب قُوِّمَ بالحديد ولهذا كان قوام الدين بالمصحف والسيف. وقد روى عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: امرنا رسول الله صلى الله عليه و سلم ان نضرب بهذا يعني السيف من عدل عن هذا يعني المصحف

ترجمہ: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: "اور میں نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت لڑائی ہے اور فائدے ہیں لوگوں کیلئے، اور تا کہ اللہ تعالی جان لے کہ کون اس کو اور اس کے رسول کو بن دیکھے مدد کرتا ہے" چنانچہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر جو بھی گمراہی کو اپناتا ہے اسے لوہے کے استعمال سے راہ راست پر لایا جائے گا۔ اسلئے دین قائم کرنے کی راہ دو ہیں ۱۔ قرآن، ۲۔ تلوار۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس قرآن کو چھوڑ کر جو دوسری راہ اختیار کرے اسے اس تلوار سے مارو۔

(مجموع الفتوی: ص۲۶۴ ج۲۸)

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإن امتناع الناس مما لا يحل لمخافة العقوبة أكثر من امتناعهم خوفاً من الله تعالى وبه ورد الأثر "إن الله يزع بالسلطان فوق ما يزع بالقرآن" . اهـ

ترجمہ: لوگ اللہ کے ڈر سے زیادہ سزا کے ڈر سے برائی سے بچتے ہیں۔ یہ ہی بات اس اثر میں موجود ہے۔ "اللہ تعالی قرآن کے ذریعے سے جتنا امن و امان قائم کرتے ہیں، سلطان کے ذریعہ اس سے زیادہ کرتے ہیں۔

(شرح السیر کبیر: ص ۹۱ ج ۱)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فی بعض فوائد العقوبات المشروعة فی الدنیا ضبط العوام كما قال عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان الله ليزع بالسلطان مالا يزع بالقرآن فان من يكون من المنافقين والفجار فانه ينزجر بما يشاهده من العقوبات وينضبط عن انتهاك المحرمات فهذا بعض فوائد العقوبات السلطانية المشروعة واما فوائد الأمر والنهي فأعظم من ان يحصيها خطاب أو كتاب بل هي الجامعة لكل خير يطلب ويراد وفی الخروج عنها كل شر وفساد. اھ

ترجمہ: شریعت کے مقرر کردہ چند دنیاوی سزا کے فائدے یہ ہیں: اس کے ذریعہ عوام میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالی قرآن کے ذریعہ جہاں تک امن وامان قائم نہیں کرتے اس سے زیادہ سلطان اور بادشاہ کے ذریعے کرتے ہیں۔ کیونکہ منافق اور شر پسند عناصر سزا کے ڈر سے باز آتے ہیں۔ اور حرام و ظلم سے گریز کرتے ہیں۔ یہ شریعت کے مقرر کردہ ملکی قوانین کے ایک فائدے ہیں۔ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے فوائد کسی ایک کتاب یا تقریر میں بتانا ممکن ہی نہیں۔ بلکہ ہر فائدے اس میں منحصر ہے، اور اسے چھوڑنے میں تمام برائی ہے۔

(مجموع الفتوی: ص ۱۶۸ ج ۱۱)

چنانچہ جو لوگ اسلام امن کا مذہب ہے، کا نعرہ لگاتے ہیں، اسلام میں مار کاٹ نہیں ہیں، کی تسبیح پڑھتے ہیں اور فقط دعوت و اصلاح کے ذریعے اسلام قائم کرنے کا خواب دیکھتے ہیں در حقیقت وہ ابھی بھی بہت دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی کے طریقے کے خلاف بول رہے ہیں۔ وہ کبھی بھی شریعت قائم نہیں کر سکتے۔ بلکہ امت کو ایک سنگین حالت اور شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔

کیا عوام کیلئے اسلحہ استعمال کرنا اور کسی کو قتل کرنا جائز ہے؟

اس سوال کے جواب سے پہلے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حدود و قصاص اور فی الفور ظلم و استبداد کو روکنا، ان دونوں میں فرق ہے۔ مثال کے ذریعے ہم ان دونوں کی وضاحت کرتے ہیں:

ا۔ فرض کرو کہ کوئی خونی یا مجرم کسی بازار میں کوئی بے گناہ مسلمان کو قتل کرنے کیلئے حملہ آور ہوا۔ وہ اسے چاقو سے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اور آس پاس کے لوگوں کو یہ طاقت ہے کہ اس بے گناہ مسلمان کو اس قاتل کے ہاتھ سے بچائے۔ ہو سکتا ہے کہ بازار میں موجود لوگوں کی دھمکی یا تھوڑی بہت مار سے وہ قاتل باز آجائے، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قاتل آسانی سے باز نہیں آئے گا۔ یا پھر قتل و اسلحہ کے استعمال کے بغیر اس کو روکنا مشکل ہو جائے۔ اور اس بے گناہ شخص کو بچانا ناممکن ہو جائے۔

تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر قتل یا اسلحہ کے استعمال کے بغیر اس مجرم کو روکنا ممکن نہ ہو تو وہ بے گناہ شخص خود یا موقع واردات پہ موجود لوگ مجرم کے خلاف اسلحہ استعمال یا اسے قتل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ثانیاً: اگر وہ قاتل اس بے گناہ شخص کو قتل کر بیٹھے تو شریعت کے قانون کے مطابق بے گناہ مسلمان کو قتل کے بدلے اس قاتل کو قتل کرنا پڑے گا۔ اسے قصاص کہتے ہیں۔

تو اس صورت میں کیا عوام قصاصاً اس قاتل کو قتل کر سکتے ہیں؟

۲۔ کوئی بدمعاش کسی عورت کی عصمت دری کرنا چاہتا ہے۔ وہاں پہ اور بھی لوگ موجود ہیں۔ حالت یہ ہے کہ اسلحہ استعمال یا اس کو قتل کئے بغیر اس محترمہ کی عزت بچانا مشکل ہو گیا۔

تو ایسی حالت میں کیا کیا جائے؟ وہ محترمہ خود یا موقع پہ موجود لوگ اس بدمعاش کو قتل یا اس کے خلاف اسلحہ استعمال کر سکتے ہیں؟

ثانیاً: اگر اس بدمعاش اس محترمہ کی عزت لوٹ ہی لے تو اس پر زنا کی شرعی سزا لاگو ہو گی۔ اس کو حد کہتے ہیں۔ اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اسے سو کوڑے مارے جائینگے اور شادی شدہ ہو تو پتھر مار کر مار ڈالنا ہے۔

تو اس صورت میں کیا عوام کیلئے اس زانی پر حد زنا قائم کرنا جائز ہے؟

ان دونوں مثالوں میں قتل میں ملوث قاتل اور زنا میں ملوث زانی کے خلاف اسلحہ استعمال یا ضرورت پڑنے پر قتل کرنا ناحق قتل سے بچانے اور عورت کی عزت کی حفاظت کیلئے، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں شمار ہو گا۔ اور قتل و زنا سرزد ہو جانے کے بعد شریعت کے قانون کے مطابق قاتل و زانی کو قتل اور سنگسار کرنا "حد" اور "قصاص" ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ:۔

* کیا عوام امر بالمعروف نہی عن المنکر اور حدود و قصاص دونوں قائم کر سکتے ہیں؟

* یا پھر دونوں میں سے کسی کو بھی قائم نہیں کر سکتے؟

* یا پھر ان میں سے کسی ایک کو کر سکتے ہیں دوسرے کو نہیں؟

جواب:۔ عوام کیلئے ان دونوں میں سے ایک کی اجازت ہے دوسرے کی نہیں یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر تو کر سکتے ہیں لیکن حدود و قصاص قائم نہیں کر سکتے۔ حدود و قصاص کی اہلیت امام، سلطان وقت یا ان کی طرف سے مقرر کردہ شخص (جیسے قاضی) کر سکتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں۔

چنانچہ مذکورہ دونوں مثالوں میں بے گناہ مسلمان کو اور اس محترمہ کی حفاظت کیلئے عوام کو ضرورت پڑنے پر اسلحہ استعمال کی اجازت ہے۔ اگر قتل کئے بغیر اس محترمہ کی عزت اور بے گناہ مسلمان کی جان بچانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اسے قتل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے زمرے میں پڑتا ہے۔ لیکن زنا و قتل سر دز ہو جانے کے بعد عوام کیلئے مجرموں پر حدود و قصاص قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلئے قصاص کے طور پر قاتل کو قتل اور حد زنا کے طور پر زانی کو درہ مارنا اور سنگسار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک کی اجازت ہے تو دوسرے کی کیوں نہیں؟ یعنی امر بالمعروف نہی عن المنکر کر سکتے ہیں لیکن حدود و قصاص قائم نہیں کر سکتے کیوں؟

اسے ہم ابتداء سے سمجھنے کی کوشش کرینگے۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر کی ادائیگی جس طرح امت کے ذمے ہیں اسی طرح حدود و قصاص کا انتظام کرنا بھی امت کی ذمہ داری ہے۔ پر امر بالمعروف نہی عن المنکر امت کے ہر فرد واحد اپنی اپنی طاقت کے مطابق ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن حدود و قصاص امت کے ہر فرد واحد قائم نہیں کر سکتے بلکہ امت کی طرف سے مسلمانوں کے امام، سلطان وقت یا ان کی طرف سے مقرر کردہ شخص کر سکتے ہیں۔ عامۃ المسلمین کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور حدود و قصاص میں فرق ہے:

* حضور ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی صحابی نے حدود و قصاص قائم نہیں کیا۔ لیکن امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر ایک ہی کرتے تھے۔

* خلفائے راشدین کے زمانے میں حدود و قصاص خلیفۂ وقت خود یا ان کی طرف سے مقرر کردہ ذمہ داران قائم کرتے تھے۔ ان کی اجازت کے بغیر عام مسلمان حدود و قصاص قائم نہیں کرتے تھے۔ لیکن امر بالمعروف نہی عن المنکر سب ہی حضرات انجام دیتے تھے۔

* حدود وقصاص قائم کرنے کیلئے اتنی طاقت ہونا شرط ہے کہ بد معاشوں، سرکشوں اور مجرموں کو پکڑ کر ان پر حد و قصاص قائم کیا جاسکے اور اس کے رد عمل پر اگر کوئی فتنہ و فساد واقع ہو تو اس کو روکا جاسکے۔ اور یہ بات صاف ہے کہ حالت پر قابو پانے اور فتنہ و فساد کو روکنے کی طاقت عوام میں نہیں ہے۔ پر یہ طاقت امام اور سلطان وقت میں ہے۔ اگر عوام حدود وقصاص قائم کرنے جائے تو اس سے اور بھی زیادہ فتنہ و فساد پھیل سکتا ہے۔ اسلئے عوام کیلئے اس کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن امام اور سلطان وقت کی حالت ان سے مختلف ہے۔ کیونکہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے حالت پر قابو پاسکتے ہیں اور ہر طرح کے فتنہ و فساد کو روک سکتے ہیں۔ اسلئے وہ حدود وقصاص قائم کرسکتے ہیں۔

* عوام پر سوال اٹھ سکتا ہے کہ رشتہ، قرابتداری رشوت یا دوسری کسی دنیاوی غرض سے کسی کو قتل یا سزا دے رہا ہے۔ لیکن امام وسلطان وقت پر عموماً اس طرح کے سوالات واعتراض نہیں ہوتا ہے۔

* فی الفور ظلم وزیادتی کی صورت اور ظلم وزیادتی سرزد ہوجانے کے بعد کی صورت دونوں الگ الگ ہے۔ کیونکہ جرم چلتے وقت اسے دیکھا جاسکتا ہے، آنکھوں کے سامنے ہی وہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جرم ختم ہوجانے کے بعد اس کے خلاف حدود وقصاص قائم کرنے کیلئے شریعت نے چند چیزوں کو لازم قرار دیا ہے۔ جیسے:

* گواہ وثبوت کے ساتھ جرم کو ثابت کرنا۔

* گواہوں کی حالت کو جانچنا کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔

* شرعی حد قائم کرنے کی شرائط پائی جاتی ہے یا نہیں اسے دیکھنا۔

اس طرح کی دیگر چیزیں جو حدود وقصاص کیلئے ضروری ہے۔ لیکن جرم جب بالفعل ہونے لگے، کوئی اسے اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہا ہے تو اس وقت ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے اگر عوام کے سامنے کوئی واضح جرم اور زیادتی ہونے لگے تو وہ اسے فی الفور وقت پر ہی روک سکتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اسلحہ استعمال اور قتل تک کرسکتا ہے۔ مگر حدود وقصاص کا حکم اس سے مختلف ہے۔

فائدہ ا: عوام کیلئے امر بالمعروف نہی عن المنکر صرف ان چیزوں میں کرنے کی اجازت ہے جس کے حرام اور جرم ہونا شریعت میں بالکل واضح ہے۔ جیسے: زنا، قتل، ڈاکہ وغیرہ وغیرہ اس کے برعکس شریعت میں جس کا حکم غیر واضح ہو جس میں حلال و حرام دونوں کا اندیشہ ہے، اس میں اجازت نہیں ہے۔ صرف علماء حضرات کچھ شرائط کے ساتھ کرسکتے ہیں۔

فائدہ ۲: اگر کوئی کسی کو زنا، قتل یا ڈاکہ وغیرہ جیسے واضح جرم کرتا ہوا دیکھے اور اس کو قتل کئے بغیر اسے اس ظلم سے باز رکھنا ممکن نہ ہو اور وہ اس مجرم کو مجبور ہو کر قتل کر بیٹھے، تو اللہ کے پاس اسے کوئی جواب دہی کرنا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کام کیلئے ثواب کا مستحق ہو گا۔ لیکن اگر قاضی کے پاس صحیح گواہ و ثبوت پیش نہ کر پائے کہ اس جرم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا گیا، تو قاضی کے دربار میں وہ قاتل ہی شمار ہو گا دنیا میں قاتل کی طرح ہی اس کا فیصلہ ہو گا۔ فیصلے کے وقت کبھی اسے قتل کے بدلے قتل اور کبھی مقتول کے خون بہا (دیت) دینے پڑینگے۔ اور اگر یہ ثابت کر سکے کہ وہ اسے اس جرم میں مبتلا ہونے کی پاداش میں مجبوراً قتل کیا تو پھر وہ اس الزام سے بچ سکتا ہے۔

فائدہ ۳: جن علاقے پر مجاہدین کا قبضہ ہے وہاں حدود و قصاص قائم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جہاں پر مجاہدین کی پوری تمکین ہو اور وہ اسلامی امارت قائم کرنے پر قادر ہو وہاں پر تو ضرور حدود و قصاص قائم کرے۔ اور جن علاقوں میں ان کی تمکین نہیں ہے بلکہ دشمن کی طرف سے حملے ہونے پر کسی بھی وقت اس علاقے کو چھوڑ کر نکل جانا پڑیگا، تو وہاں پر حدود و قصاص قائم کرنے سے پہلے دیکھنا پڑے گا اگر وہاں پر حدود و قصاص قائم کرنے کی وجہ سے لوگوں میں کوئی منفی اثر پیدا نہ ہو، جہاد کا کوئی نقصان نہ ہو، کفار کو موقع ملنے کا اندیشہ نہ ہو، تو ان شاء اللہ قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر لوگوں کے بگڑنے اور جہاد کے نقصان ہونے کا اندیشہ ہو اور کفار کو موقع کا فائدہ اٹھانے کا راستہ مل جائے تو پھر قائم نہ کرے۔ حدود و قصاص کے علاوہ دوسری کوئی مناسب شرعی سزا مقرر کر لے۔ دعوت و اصلاح اور صلح کے ذریعے سے فیصلے کرنے کی کوشش کرے۔ جب تک اللہ تعالی مکمل تمکین نہ دے تبتک ضرورت کے مطابق ایسے ہی چلتے رہے۔ ہ اللہ تعالی کے حدود و قصاص میں غفلتی کی وجہ سے نہیں بلکہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے

اوپر ہم نے بتایا کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ماتحت فی الفور ظلم و زیادتی کو جس طرح حکومت روک سکتی ہے اسی طرح عوام بھی اسے روک سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ضرورت کے وقت اسلحہ استعمال اور قتل بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض صورت میں اسلحہ استعمال اور قتل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بنیاد دوسرا ایک مسئلہ پر ہے، اور وہ یہ ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو فرض کفایہ ہے یا فرض عین؟

جواب: امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے پر ہاں، یہ فرض کفایہ ہے جیسے: جہاد فرض ہے لیکن عام حالت میں فرض کفایہ ہے اور جیسے مسلمان میت کا کفن و دفن، جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔ فرض کا معنی ہے امت کے ہر قادر شخص پر یہ فرض ہے، سرکار، عوام سب پر ہی فرض ہے مگر بعض کے ادا کر دینے سے باقیوں کے ذمے سے وہ اتر جاتا ہے-اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو پھر ہر قادر شخص گناہگار ہو گا۔

اور چونکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر سب مسلمان پر ہی فرض ہے اسلئے حکومت، عوام جس کے بھی سامنے کوئی صریح جرم ہو رہا ہو تو اس کی ذمہ داری ہے اسے روکنا، جرم کے روکتے وقت اگر دھمکی بغیر اسلحہ کے مار پیٹ سے ہی مجرم اپنے جرم سے باز آجائے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ اگر اسلحہ استعمال کی ہی ضرورت پڑ جائے تو اسلحہ ہی استعمال کرے۔ اور اگر بغیر قتل کے جرم کو روکنا ناممکن ہو تو پھر قتل ہی کر دینا ہے۔

فرض کفایہ کی مثال کو واضح کرنے کیلئے ما قبل کی مثال میں ہم پھر واپس جاتے ہیں۔ اس مثال میں مجرم شخص بے گناہ مسلمان پر حملہ آور ہوا تھا۔ اب اسے روکنا ہے-موقع پر موجود ہر ایک پر ہی یہ فرض ہے۔ لیکن اگر ان میں سے ۱، ۲ شخص اسے روکنے پر قادر ہو جائے تو باقیوں سے اس کی ذمہ داری ساقط ہو جائگی۔ لیکن اگر کوئی بھی اس جرم کو نہ روکے تو فرض ترک کرنے کی وجہ سے سب ہی گناہگار ہونگے۔ اور چونکہ فرض صرف سرکاری لوگوں تک محدود نہیں ہیں، اسلئے سرکار، عوام سب پر ہی فرض ہے۔ اسلئے موقع پر موجود لوگ خود ہی اس جرم کو روک سکتے ہیں۔ سرکاری حفاظتی دستوں کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر حفاظتی دستوں کو اطلاع دینے پر یہ اندیشہ ہو کہ مجرم اس بے گناہ شخص کو قتل کر دیگا تو اس وقت موقع پر موجود لوگوں کیلئے جائز نہیں ہو گا کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے صیانتی دستوں کیلئے بیٹھے رہے تاکہ مجرم اسے قتل کر ڈالے بلکہ اس وقت ان کو ہی آگے بڑھ کر اس مجرم کے ہاتھ سے اس شخص کو بچانا ہے۔ لیکن اگر کسی بھی طریقے سے مجرم اس مسلمان بے گناہ کو قتل کر دے تو اس وقت عوام کیلئے جائز نہیں ہو گا کہ وہ خود ہی اس قاتل کو قصاصاً قتل کر ڈالے، بلکہ وہ اس قاتل کو پکڑ کر فیصلے کیلئے قاضی کے حوالے کر دے۔ اس کے بعد جب قاضی انہیں گواہی دینے کیلئے بلائے تو وہ سچ سچ گواہی دے۔ یہ ہی اس وقت ان کی ذمہ داری ہے۔

فائدہ ۱: یہاں پر ہم اسلامی حکومت اور اسلامی ملک کے حوالے سے بحث کر رہے ہیں نہ کہ کسی کفری ملک یا کفری حکومت کے حوالے سے۔

فائدہ ۲: اگر کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے سے اس کی جان جاسکتی ہے۔ یا کوئی عضو ضائع ہو سکتا ہو۔ یا لمبی قید یا سزا سے گزرنا پڑے گا۔ یا جرمانہ دینے پڑینگے - تو اس کیلئے امر بالمعروف نہی عن المنکر سے باز رہنے کی بھی گنجائش ہے۔ پرہاں ایسے موقع پر بھی امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اس کے لئے افضل ہے۔ لیکن خاص موقع پر خاص کسی شخص کیلئے نہ کرنا بھی افضل ہو سکتا ہے۔

فائدہ ۳: جو حضرات کسی جہادی تنظیم کے ساتھ منسلک ہے، جن کے کسی ایک کارکن کی گرفتاری سے اور بھی کارکنوں کی گرفتاری یا جانی، مالی نقصان ہونے کا اندیشہ ہو۔ ان کیلئے کسی بارے میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسے کرنے سے فائدے کتنے ہونگے اور نقصان کتنے۔ خاص طور پر اس ضعف و کمزوری کے زمانے میں جب کہ مجاہدین کی تعداد بہت ہی کم اور ساتھ ساتھ طاغوتی طاقتیں اور مرتد حکمران ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اسلئے اس طرح کے کسی کام کرنے سے پہلے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔ کیونکہ ان کی گرفتاری سے صرف انہی کی جان و مال و عزت و آبرو کے نقصان نہیں ہو گا بلکہ دیگر بھائیوں کے بھی نقصان ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ اسی لئے بہت ہی احتیاط سے کام لینا ہے۔ اس بارے میں اگر تنظیم کی طرف سے کوئی ہدایت ہو اور وہ شریعت کے مخالف نہ ہو تو اسے ماننا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

دلیل وادلہ:

ہمارا موضوع بحث، کن کن وجہوں سے ایک مسلمان قابل قتل بنتا ہے، اس پر تھا۔

اس موضوع کی وضاحت میں متعلقہ اور بھی اموروں کے تذکرہ ہو گئے۔ اب تک جو کچھ بتایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے: (امر بالمعروف نہی عن المنکر، بالفعل ظلم و زیادتی کو روکنا، حدود و قصاص قائم کرنا یہ سب ہی امت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن خاص مصلحت کی وجے سے حدود و قصاص قائم کرنے کی ذمہ داری خلیفۂ وقت، سلطان وقت، امراء، قاضی اور ذمہ داروں پر ہے -اور امر بالمعروف نہی عن المنکر، بالفعل جرم و جبر کو روکنا سب کی ہی ذمہ داری ہے۔ حکومت و عوام سب ہی اسے سر انجام دے سکتے ہیں۔ اس ذمہ داری کو ادا کرتے وقت اگر اسلحہ استعمال کی ضرورت پڑے تو سرکاری دستوں کی طرح عوام بھی اسلحہ استعمال کر سکتے ہیں۔ قتل کے بغیر روکنا اگر نہ ممکن ہو تو قتل بھی کر سکتے ہیں۔)

ہمارے موضوع چونکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے، اسلئے ہم حدود و قصاص کے حوالے سے بحث نہیں کرینگے۔ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر میں بھی چونکہ صرف مسلمان کا قتل ہمارا موضع ہے اسلئے امر بالمعروف نہی عن المنکر کے حوالے سے بھی زیادہ تفصیلی گفتگو نہیں ہو گی۔ اگر اللہ تعالی توفیق دے تو اسے کسی مستقل رسالے میں تذکرہ کرینگے۔ یہاں پر بحث صرف قتل مسلم تک ہی محدود ہو گی۔ قتل مسلم کو اچھے سے سمجھنے کیلئے (عوام اسلحہ استعمال اور قتل کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟) یہ سب جاننا ضروری تھا۔ اسلئے اس بارے میں کچھ روشنی ڈالی گئی۔ یہاں پر اس کے متعلق چند دلائل اور ائمہ اسلام کے چند اقوال بیان کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

دلیل:

عام مسلمان اسلحہ استعمال اور قتل کرنے کی اجازت رکھتا ہے۔

کتاب اللہ سے دلیل:

۱:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہنچے اپنی مراد کو

[سورۃ آل عمران:۱۰۴]

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:۔

★ امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے لیکن ہاں وہ فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے امت کے ہر فرد واحد کیلئے لازمی طور پر امر بالمعروف نہی عن المنکر کو فرض نہیں کیا۔ بلکہ اس کیلئے ان میں سے ایک جماعت کو اس کام کا حکم دیا۔ اسی لئے امت کی ایک جماعت کی ادائیگی سے باقیوں کے ذمے سے یہ اتر جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی اس ذمہ داری کو نہ نبھائے تو سبھی گناہگار ہونگے۔

★ امر بالمعروف نہی عن المنکر صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے پوری امت سے مخاطب ہو کر امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ اسے صرف حکمرانوں کے ساتھ خاص نہیں کیا۔

★ عوام بھی ضرورت کے وقت اسلحہ استعمال اور قتل کر سکتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالی نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔اسی لئے کسی جرم صادر ہونے پر اسے روکنا ضروری ہے۔اگر تھوڑے بہت سختی یا بغیر اسلحہ کے مار پیٹ زجر و تنبیہ سے جرم کو روکا جاسکے تب تو ٹھیک ہے ورنہ اسلحہ کا استعمال یہاںتک کہ قتل کے ذریعہ سے بھی اسے بند کرنا ضروری ہے۔کیونکہ اللہ تعالی نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کے کسی خاص درجے کو جائز اور دوسرے درجے کو ناجائز قرار نہیں دیا۔بلکہ غیر مشروط طور پر امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔اس میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ہر درجہ ہر مرحلہ شامل ہے۔چنانچہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے سب سے ادنی درجہ سے لیکر سب سے اعلیٰ درجہ یعنی اسلحہ کا استعمال اور قتل بھی اس میں شامل ہے۔

کتاب اللہ کی بہت سی ایتوں میں امر بالمعروف نہی المنکر کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے۔یہاں پر میں اور بھی چند آیتیں پیش کرتا ہوں:-

۲:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے بہتر تھا کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں نافرمان ہیں۔

[سورۃ آل عمران:۱۱۰]

۳يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ؀

اے بیٹے قائم رکھ نماز کو اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور تحمل کر جو تجھ پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام[سورۃ لقمان:۱۷]

۴- لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔

[سورۃ مائدۃ:۷۹،۷۸]

نہی عن المنکر کی طرح فرض ذمہ داری کو چھوڑنے کی وجہ سے بنی اسرائیل پر لعنت بھیجی گئی تھی۔

۵: وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرادو پھر اگر چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کرادو ان میں برابر اور انصاف کرو بیشک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے۔[سورۃ حجرات:۹]

مسلمانوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ قتل و قتال میں مبتلا ہونے سے ان کے درمیان آپس میں پر امن طریقے سے صلح کردے۔اگر اس سے وہ باز آجائے تب تو ٹھیک ہے ورنہ جو جماعت حد تجاوزی کرے، صلح پر راضی نہ ہو تو ان کے خلاف اسلحہ استعمال کیا جائے گا، قتال کیا جائے گا جبتک نہ وہ حد تجاوزی سے باز آنے پر مجبور ہو جائے۔

یہاں پر چونکہ بغیرہ اسلحہ و قتل و قتال کے روکنا ممکن نہیں ہے۔اسلئے شریعت نے اسلحہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتوں میں امر بالمعروف نہی المنکر کا تذکرہ آیا ہے۔یہاں بس ان آیتوں پر ہی اکتفاء کیا گیا۔

سنت رسول ﷺ سے دلیل:

۱-(من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان)

ترجمہ: تم میں سے اگر کوئی برائی کو دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے (یعنی طاقت سے) روکے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو اپنی زبان سے اسے روکنے کی کوشش کرے، اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اپنے دل سے اسے روکے، اور یہ (دل سے روکنا) سب سے کمزور ایمان ہے۔(صحیح مسلم: ص۱۸۶)

یہ حدیث ثابت کرتی ہے:

★ امر المعروف نہی عن المنکر امت کے ہر قادر شخص پر فرض ہے، حدیث میں عام طور سے سب پر ہی حکم دیا گیا ہے۔ خاص کسی طبقات کیلئے اسے مخصوص نہیں کیا گیا۔ لیکن ما قبل کی آیت میں ہے کہ اگر کسی ایک جماعت اسے ادا کرلے تو باقیوں سے وہ ساقط ہو جائے گا۔

★ حدیث میں طاقت کے ذریعہ برائی کو روکنے کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ اگر زبان سے کام نہ چلے تو طاقت کا استعمال کیا جائے گا۔ طاقت استعمال کرنے میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔ بلکہ غیر مشروط طور پر طاقت کا استعمال کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ اگر بغیر اسلحہ کے مار پیٹ سے کام نہ چلے تو تب اسلحہ کا استعمال کیا جائیگا۔ اور اگر قتل کئے بغیر روکنا ممکن نہ ہو تو قتل کر کے ہی جرم کو روکا جائے گا۔

اس کے علاوہ بھی بہت ساری احادیث میں امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم یہاں پر چند حدیثوں کو ذکر کر رہے ہیں:

۲: ((ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره، ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف، يقولون ما لا يفعلون، ويفعلون ما لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل))

ترجمہ: مجھ سے پہلے جتنے امتوں پر جتنے رسول بھیجے گئے ہیں ان میں سے سب ہی امت میں بعض حواری اور صحابی تھے جو ان کے سنتوں کو مضبوطی سے پکڑتے تھے۔ اور ان کے احکام کی تعمیل کرتے تھے، ان کے بعد کچھ نا اھل لوگ ان کے قائم مقام ہوئے۔ وہ ایسی ایسی باتیں کرنے لگے جو وہ خود بھی نہیں کرتے۔ اور ایسے ایسے کام کرنے لگے کہ جن کے بارے میں انہیں حکم ہی نہیں دیا گیا۔ جو ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے (طاقت) جہاد کرے گا وہ مؤمن ہو گا۔ اور جو اپنی زبان سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور جو اپ نے دل میں ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اس (دل سے مخالفت وجہاد) کے علاوہ سرسوں کے دانے کی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ص۱۸۸)

۳: ((إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب))

ترجمہ: جب انسان ظالم کو ظلم کرتے دیکھ کر بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹے تو اس وقت عنقریب اللہ تعالی عام طور پر ان لوگوں پر عذاب نازل کرینگے۔

(ابو داؤد: ح۴۳۴۵)

۴:((ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصى ثم يقدرون على أن يغيروا ثم لا يغيروا إلا يوشك أن يعمهم الله منه بعقاب))

ترجمہ: جب کسی قوم میں نافرمانی کا کام ہو تا ہو، اور قوم کے دوسرے لوگ انہیں روکنے کی قدرت ہونے کے باوجود انہیں نہ روکے، تو تب عنقریب اللہ تعالی عام طور سے ان پر عذاب نازل کرتے ہیں۔

(ابو داود: ح ۴۳۴۰)

۵: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن أبي هريرة قال جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي قال «فلا تعطه مالك». قال أرأيت إن قاتلني قال «قاتله». قال أرأيت إن قتلني قال «فأنت شهيد». قال أرأيت إن قتلته قال «هو في النار»

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرا مال ہڑپنے آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنا مال نہ دینا۔ اس شخص نے کہا کہ اگر وہ میرے ساتھ مار پیٹ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس کے ساتھ مار پیٹ کرو۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تب تو تم شہید کہلاؤ گے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اسے قتل کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تب وہ جہنمی ہو گا۔

(صحیح مسلم: ص۷۷۳)

۶: (من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون أهله أو دون دمه أو دون دينه فهو شهيد)

ترجمہ: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارے جائے تو وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے اهل اپنی جان یا دین کی حفاظت کی خاطر مقتول ہو گا وہ بھی شہید کہلاویگا۔

(ابو داؤد ح ۴۷۷۲)

آخری حدیث میں جان، مال، عزت، آبرو دین یا اہل و عیال کی حفاظت میں اسلحہ کا استعمال یہاں تک کہ قتل کرنے کی بھی واضح اجازت دی گئی ہے۔

ائمہ اسلام کے اقوال:۔

۱: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ: اللہ کے قول:

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہنچے اپنی مراد کو۔

[سورۃ آل عمران:۱۰۴]

اس آیت کی تشریح میں علامہ فرماتے ہیں:

والمقصود من هذه الآية أن تكون فرقة من الأمة متصدية لهذا الشأن، وإن كان ذلك واجبا على كل فرد من الأمة بحسبه، كما ثبت في صحيح مسلم عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". وفي رواية: "وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل". اهـ

ترجمہ: اس آیت کا مقصد، اس کام میں امت کی ایک جماعت کا مصروف رہنا۔ مگر ہاں یہ امت کے ہر ایک فرد پر اپنی اپنی قدرت کے مطابق فرض ہے۔ جیسے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

(من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان)

ترجمہ: تم میں سے اگر کوئی کسی برائی کو دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے (طاقت سے) روکے۔ اگر اس پر قادر نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے۔ اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اپنے دل سے روکے۔ اور یہ (دل سے روکنا) کمزور ترین ایمان ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

''وليس وراء ذلک من الايمان حبة خردل''

ترجمہ: اس (دل سے روکنا) کے علاوہ سرسوں کے دانے کی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص۹۱ ج۲)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر امت کے ہر فرد پر ہی فرض ہے۔ ہر ایک پر اپنی اپنی طاقت کے مطابق۔

۲: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ:

قال العلماء: ولا يختص الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بأصحاب الولايات، بل ذلك جائز لآحاد المسلمين. قال إمام الحرمين: والدليل عليه إجماع المسلمين، فإن غير الولاة في الصدر الأول والعصر الذي يليه كانوا يأمرون الولاة بالمعروف وينهونهم عن المنكر، مع تقرير المسلمين إياهم وترك توبيخهم على التشاغل بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من غير ولاية، والله أعلم.

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر حکومت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں کیلئے بھی یہ جائز ہے۔ امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی دلیل، امت مسلمہ کے اجماع ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے مسلمان حکمران کے علاوہ بھی عوام الناس امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ امت مسلمہ اسے تائید کرتے ہیں-ان کے پاس حکومت اور اقتدار نہ ہونے کے باوجود امر بالمعروف نہی عن المنکر کو انجام دینے کی وجہ سے ان کی کسی نے ملامت نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

(شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ ص۲۳ج۲)

دیکھئے!(امر بالمعروف نہی عن المنکر صرف حکمران طبقے کیلئے نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں کیلئے بھی وہ جائز ہے)

۳: امام جصاص رحمہ اللہ:-

قول اول:

باب فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. مطلب: في أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض كفاية۔

قال الله تعالى: {ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر} ... قد حوت هذه الآية معنيين. أحدهما: وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. والآخر: أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره. لقوله تعالى: {ولتكن منكم أمة} وحقيقته تقتضي البعض دون البعض, فدل على أنه فرض الكفاية إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين. اهـ

ترجمہ: باب، امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔

مطلب: امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان:

{وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلى الخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ المُفْلِحُونَ}

یہ آیت کریمہ دو چیز سمجھا رہی ہے:

★ امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔

★ اور وہ فرض کفایہ ہے۔ بعض کے کر لینے سے باقیوں پر وہ فرض نہیں رہتا۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا:(و لتکن منکم امة)(اس کام کیلئے) تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے۔ جس کا تقاضی ہے کہ امت کا ایک حصہ،(سب نہیں)۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فرض کفایہ بعض کے کر لینے سے باقیوں کے ذمے سے وہ اتر جائے گا۔

(احکام القران: ص۳۷ج۲)

قول ثانی:۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر کے حوالے سے بہت ساری آیتوں کو ذکر کرنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں:

فهذه الآي ونظائرها مقتضية لإيجاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر, وهي على منازل: أولها تغييره باليد إذا أمكن, فإن لم يمكن وكان في نفيه خائفا على نفسه إذا أنكره بيده فعليه إنكاره بلسانه, فإن تعذر ذلك لما وصفنا فعليه إنكاره بقلبه. اهـ

ترجمہ: یہ آیتیں اور اس جیسی دیگر آیتوں کا دعوی ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔ اس کے درجات مختلف ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اگر ممکن ہو تو طاقت کے ذریعہ سے منکر کو روکا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو اور طاقت کے استعمال سے جانی نقصان کا اندیشہ ہو تب زبان سے روکے۔ اگر مذکورہ وجے سے (یعنی نقصان کا اندیشہ سے) یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر دل سے روکے۔

(احکام القران: ص۳۸ج۲)

قول ثالث:۔

اس کے بعد اس بارے میں انہوں نے بہت ساری احادیث کا تذکرہ کیا۔ اور فرمایا:

وفي هذه الأخبار دلالة على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر لهما حالان: حال يمكن فيها تغيير المنكر وإزالته, ففرض على من أمكنه إزالة ذلك بيده أن يزيله; وإزالته باليد تكون على وجوه: منها أن لا يمكنه إزالته إلا بالسيف, وأن يأتي على نفس فاعل المنكر فعليه أن يفعل ذلك. كمن رأى رجلا قصده أو قصد غيره بقتله أو بأخذ مال أو قصد الزنا بامرأة أو نحو ذلك,

وعلم أنه لا ينتهي إن أنكره بالقول أو قاتله بما دون السلاح فعليه أن يقتله; لقوله ﷺ: "من رأى منكرا فليغيره بيده" , فإذا لم يمكنه تغييره بيده إلا بقتل المقيم على هذا المنكر فعليه أن يقتله فرضا عليه. وإن غلب في ظنه أنه إن أنكره بيده ودفعه عنه بغير سلاح انتهى عنه لم يجز له الإقدام على قتله, وإن غلب في ظنه أنه إن أنكره بالدفع بيده أو بالقول امتنع عليه, ولم يمكنه بعد ذلك دفعه عنه, ولم يمكنه إزالة هذا المنكر إلا بأن يقدم عليه بالقتل من غير إنذار منه له فعليه أن يقتله. اهـ

ترجمہ: یہ تمام احادیث دلیل ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کی دوصورت ہے:

★ جب برائی کو روکنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں طاقت کے ذریعے روکنے کی جس میں قدرت ہو تو اس پر فرض ہے طاقت سے اسے روکنا۔

طاقت سے روکنے کی مختلف صورت ہو سکتی ہے:

یا تو تلوار کا استعمال یا منکر میں مبتلا شخص کو قتل کئے بغیر اسے روکنا ممکن نہیں ہو گا۔ تو اس صورت میں ایسا کرنا ہی (یعنی تلوار کا استعمال کر کے اسے قتل کر دینا ہی) ضروری ہے۔

جیسے، کسی نے دیکھا کہ کوئی شخص اسے یا کسی اور کو قتل یا اس کے مال کو لوٹنا چاہتا ہے یا کسی عورت سے زنا کرنا چاہتا ہے۔ یا اس طرح کے کوئی اور جرم کرنا چاہتا ہے۔ اور اسے پتہ ہے کہ منہ سے یا بغیر اسلحہ کے روکنے سے وہ نہیں رکے گا۔ تو ایسی صورت میں اس پر ضروری ہے کہ وہ اسے قتل کر دے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده"

ترجمہ: تم میں سے جو بھی کسی برائی کو دیکھے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے اسے روکے۔

جب جرم پہ ڈٹے ہوئے شخص کو قتل کئے بغیر اسے روکنا ممکن نہ ہو تو اس وقت اس پر فرض ہے اسے قتل کر دینا۔

اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ بغیر اسلحہ کے خالی ہاتھ روکنے سے ہی وہ باز آجائے گا۔ تو تب اسے قتل کرنا جائز نہیں ہو گا۔

اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ زبان سے یا خالی ہاتھ اسے روکنے جانے سے وہ اس کے خلاف مزاحمت کرے گا۔ اور اس کے بعد بغیر قتل کے اسے روکنا ممکن نہ ہو گا، تو اسے قتل کر دینا اس پر واجب ہے۔

(احکام القرآن ص ۴۸۵ ج ۲)

اسلحہ کا استعمال اور قتل کے بارے میں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کے قول بالکل واضح ہے۔

قول رابع:۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ:

فالمنكر إذا أمكنت إزالته باللسان للناهي فليفعله، وإن لم يمكنه إلا بالعقوبة أو بالقتل فليفعل، فإن زال بدون القتل لم يجز القتل، وهذا تلقي من قول الله تعالى: "فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله". وعليه بنى العلماء أنه إذا دفع الصائل على النفس أو على المال عن نفسه أو عن ماله أو نفس غيره فله ذلك ولا شي عليه. ولو رأى زيد عمرا وقد قصد مال بكر فيجب عليه أن يدفعه عنه إذا لم يكن صاحب المال قادرا عليه ولا راضيا به.

ترجمہ: اگر زبان سے جرم کو روکا جاسکے تو زبان سے ہی روکے۔ اور اگر سزا یا قتل کے بغیر روکنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کا انتظام کرے۔ بغیر قتل کے برائی سے روکنا جب ممکن ہو تو پھر قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو اس آیت سے استنباط کیا گیا ہے:

"فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله".

اسی کی بنیاد پر علماء اسلام نے فرمایا کہ کسی شخص کی جان ومال پر یا کسی دوسرے کی جان ومال پر اگر کوئی حملہ کرتا ہے تو اگر وہ اس حملہ آور کو روک سکتا ہے تو اس وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہیں آئے گا۔ اگر زید نے عمرو کو دیکھا کہ وہ بکر کا مال لوٹنا چاہتا ہے تو اس وقت دیکھنا ہے کہ اگر مال کے مالک لوٹیرے کو روکنے پر قادر نہ ہو اور وہ مال دینے پر راضی بھی نہ ہو تو اس وقت زید پر فرض ہے بکر کو بچانا اور عمرو کو روکنا۔

(تفسیر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۴۲ ج ۴)

امید ہے کہ ائمہ کے ان اقوال سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ عوام اسلحہ یا قتل کی مدد سے برائی کو روک سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا کرے۔ آمین!!!

قتل کی اقسام:

ما قبل کی بحث سے اتنا تو ضرور ہمیں معلوم ہو گیا کہ کن کن وجہوں سے ایک مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر اس کو اور بھی تفصیل سے وضاحت کی جائگی۔

جن وجہوں سے ایک مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے، وہ سب ایک ہی نوعیت کی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی نوعیت اور اقسام الگ الگ ہے۔ بنیادی طور پر قتل مسلم کو ہم چار انواع اور اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ قتل مسلم شرعی حد کے تحت۔

۲۔ قتل مسلم شرعی قصاص کے تحت۔

۳۔ قتل مسلم دفع صائل یعنی جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے تحت۔

۴۔ قتل مسلم شرعی سیاست وتعزیر کے تحت۔

اول: حد کے تحت قتل مسلم:

حد کہتے ہیں شریعت کی طرف سے متعین کردہ شرعی سزا کو۔ جس میں اضافہ وترمیم اور تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اور نہ ایک بار یہ ثابت ہوجانے کے بعد کوئی اسے معاف کرسکتا ہے۔ جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا، ایک شرعی حد ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ ہاتھ کاٹنے کے بجائے قید وبندش یا کوئی اور سزا مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح قاضی کی عدالت میں دلیل و گواہ کی بنا پر چوری ثابت ہوجانے کے بعد چور کو معاف کردینا اور بغیر ہاتھ کاٹنے چھوڑ دینا، اس کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہیں۔

احناف کے نزدیک چھ قسم کے جرائم کی سزا میں حد جاری ہوتی ہے:

۱: زنا۔

۲: شراب نوشی۔

۳: شراب کے علاوہ دوسری کسی نشہ آور اشیا کے استعمال سے اگر نشہ چڑھ جائے۔ البتہ اس کی سزا، شراب نوشی کی سزا کی مانند ہے۔ یعنی اسی کوڑے۔

۴: قذف یعنی کسی پاک دامن آزاد مسلمان پر زنا کا الزام لگانا۔

۵: چوری۔

۶: ڈاکے ڈالنا۔

علامہ ابن عابدین شامی ؒ (وفات ۱۲۵۲ھ) ابن کمال پاشا ؒ (وفات ۹۴۰ھ) سے نقل کرتے ہیں:

وهي ستة أنواع: حد الزنا، وحد شرب الخمر خاصة، وحد السكر من غيرها والكمية متحدة فيهما، وحد القذف، وحد السرقة، وحد قطع الطريق. اھ

ترجمہ: حد چھ قسم پر ہے:

۱: زنا کی حد۔

۲: شراب نوشی کی حد۔

۳: شراب کے علاوہ دوسری کسی نشہ آور اشیا کے استعمال سے نشہ چڑھ جانے کی حد، البتہ سزا کی مقدار دونوں میں ایک جیسا ہی ہے۔

۴: قذف یعنی زنا کے الزام لگانے کی حد۔

۵: چوری کی حد۔

۶: ڈاکے ڈالنے کی حد۔

(رد المحتار، ج۳ ص۴)

حد کے تحت جن لوگوں کو قتل کیا جائے گا

۱. شادی شدہ زانی یا زانیہ

انہیں رجم یعنی سنگسار سے قتل کیا جائے گا۔ اور اگر زانی یا زانیہ غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے لگائے جائینگے۔ سو کوڑے لگانے کا حکم کتاب اللہ کی آیت سے اور رجم کا حکم حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

"بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ لوگ مسلمان" [سورۃ نور: ۲]

حدیث میں آیا ہے:

لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة

ترجمہ: جو مسلمان یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی الہ نہیں ہیں اور میں اللہ کے رسول ہوں، تو تین وجہ میں سے کسی ایک کے علاوہ اس کا خون حلال نہیں ہے: جان کے بدلے میں جان، شادی شدہ زناکار اور مسلمانوں کی جماعت سے نکل جانے والا بے دین (مرتد)۔

(صحیح بخاری: ح۶۴۸۴، صحیح مسلم: ح۴۴۶۸)

اسلام میں رجم یعنی سنگسار کی ابتداء سب سے پہلے یہودیوں سے شروع ہوئی۔ دو یہودی مرد و عورت نے بدکاری کی۔ یہودیوں نے حضور ﷺ کے نزدیک اس معاملے کو لیکر آئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو رجم یعنی سنگسار کیا اور فرمایا:

اللهم اني اول من أحيا امرك اذا اماتوه۔

ترجمہ: اے اللہ جب انہوں نے آپ کا حکم مٹا دیا تھا تو سب سے پہلے میں نے ہی اسے زندہ کیا۔

(صحیح مسلم: کتاب الحدود، باب: الرجم الیہود۔ صحیح بخاری: کتاب الحدود، باب: الرجم فی البلاط)

معاذ اسلمی رضی اللہ عنہ زنا میں مبتلا ہوگئے۔ انہوں نے توبہ کر کے شرمندہ ہو کر آپ ﷺ کے نزدیک اپنی خطا کو اقرار کرتے ہوئے حد قائم کرنے کو کہا۔ آپ ﷺ نے ان کو لوٹا دیا۔ پر انہوں نے بار بار حد قائم کرنے کی درخاست کرتے رہے۔ اس طرح چار مرتبہ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے بارے میں رجم کا حکم دیا۔ جس کے بعد ان کو رجم کر کے قتل کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم: كتاب الحدود، باب: من اعترف علي نفسه بالزنا۔)

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت سے زنا ہو گیا۔ انہوں نے توبہ کر کے آپ ﷺ کے پاس حد قائم کرنے کا اپیل کیا۔ ان کے اقرار کی بنیاد پر انہیں بھی معاذ اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرح سنگسار کر کے قتل کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم: كتاب الحدود، باب: من اعترف علي نفسه بالزنا)

کسی جگہ پر ایک آدمی نوکر تھا۔ اس نے اپ نے آقا کی بیوی کے ساتھ منہ کالا کر لیا۔ ان دونوں کے اقرار کے مطابق آپ ﷺ نے ان پر حد زنا قائم کیا۔ نوکر غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اسے سو کوڑے لگائے گئے۔ اور ایک سال کے جلاوطن کیا۔ اور اس کی آقا کی بیوی شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اسے سنگسار کر کے قتل کر دیا گیا۔

(صحیح بخاری: كتاب الشروط، باب الشروط التى لا تحل فى الحدود۔ صحیح مسلم: كتاب الحدود، باب: من اعترف علي نفسه بالزنا)

یاد رہے کہ! احناف کے نزدیک یہ جلاوطن کی سزا حد زنا میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ یہ سیاست کے اعتبار سے ہے۔ اگر امام المسلمین کسی کو جلاوطن کرنا مناسب سمجھے تو وہ یہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ جلاوطن کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر جلاوطن کی وجہ سے زانی کا مرتد یا گمراہ یا پھر دوسروں کو نقصان

پہنچانے کا اندیشہ ہو یا اس طرح کا دوسرے کسی شر کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں جلاوطن کرنا مناسب نہیں ہو گا۔

(دیکھئے! شرح المختصر الطحاوی، ج ٦ ص ١٦٢-١٦٣۔ بدائع الصنائع: ج ۵ ص ۴۹٦)

٢. قزآق وڈاکو۔

اصلا قزآق وڈاکو کہہ کر جن کو سمجھایا جاتا ہے، وہ ہے جو چلتی سڑک کے آس پاس چھپ کر رہتے ہیں۔ اور سڑک سے گزرنے والے مسافروں پر حملہ کرکے ان کے مال و دولت لٹ لیتے ہیں۔ یہانتک کہ مال کی خاطر مسافروں کو زخمی یا قتل تک کر بیٹھتے ہیں۔ عموما فقہ کی اصطلاح میں ڈاکوؤں سے اس طرح کا ڈاکو سمجھایا جاتا ہے۔ البتہ ائمہ کرام نے ان لوگوں کو بھی ڈاکوؤں میں شمار کیا ہے جو کسی قسم کی تاویل کے بغیر فقط مال و دولت اور حکومت کے لالچ میں آکر امام المسلمین کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ فاسق، ظالم یا مرتد حکمراں کو معزول کرکے انصاف پسند قابل شخصیت کو حکمراں بنانا ان کا مقصد نہیں ہوتا بلکہ مال و دولت اور کرسی پر بیٹھنا، راج کرنا ہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔

البتہ سب طرح کے ڈاکوؤں کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔ ڈاکہ ڈالنے کی سزا اس کی مقدار اور نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے:

★ اگر ڈاکہ ڈالتے وقت کسی کو قتل کردے تو حد کے طور پر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

★ اگر قتل کے ساتھ ساتھ مال بھی لٹا تھا تو اس صورت میں سولی پر چڑھا کر ڈاکو کو قتل کر دیا جائے گا۔ یا پھر قتل کر دینے کے بعد تین دن تک سولی پر لٹکا کر رکھا جائے گا۔

★ اگر قتل نہ کرکے فقط مال لٹ لے تو الٹی طرف سے ہاتھ و پاوں کانٹ دیا جائے گا۔ یعنی دایا ہاتھ اور بایا پاوں۔

★ اور اگر قتل بھی نہ کرے اور مال بھی نہ لٹے بلکہ اس سے پہلے ہی پکڑا جائے تو اس صورت میں پکڑنے کے بعد اولا اسے مارا جائے گا۔ اس کے بعد جیل میں بند کرکے رکھا جائے گا۔ جب توبہ کرکے اچھا ہو جائے اور چہرے و چال چلن سے توبہ کی صریح علامت ظاہر ہونے لگے تو تب اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ تا موت قید کرکے رکھا جائے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

"یہی سزا ہے ان کی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے"

[سورۃ مائدۃ:۳۳]

فائدہ: اگر ایک یا ایک سے زائد آدمی جماعت کی شکل میں ڈاکہ ڈالے تو ہر ایک پر برابر کی سزا لاگو ہو گی۔ جیسے کسی نے مال لٹا یا قتل کیا اور کسی نے پہرا دینے کام سرانجام دیا۔ تو حد کے طور پر سب ہی لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ قاتل کو بھی قتل کر دیا جائے گا اسی طرح پہرا دینے والوں کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ قاتل پہرا دینے والوں کی مدد کی وجہ سے ہی قتل کرنے پر قادر ہوا۔ اس لئے قتل میں سب ہی ملوث ہے۔ اور سب پر ہی قتل کی سزا لاگو ہو گی۔

ڈاکو و قزاقوں کی یہ سزائیں حد میں شامل ہے۔ اس لئے کوئی اسے معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حدود اللہ کا حق ہے۔ کوئی اسے معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ اگر یہ لوگ پکڑا جانے سے پہلے ہی توبہ کر کہ از خود امام المسلمین کے پاس اپ نے اپ کو سرنڈر کر دے، تو اس وقت اللہ کا حق حد معاف ہو جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

[سورۃ مائدۃ:۳۴]

اللہ تعالی کا حق معاف ہو جانے کے بعد بھی بندوں کا حق ان لوگوں پر رہ جائے گا۔ اسلئے اس وقت حقوق العباد کی وجہ سے لٹے ہوئے اموال کو لوٹانا پڑے گا۔ کسی کو زخمی یا کسی کا عضو ضائع کرنے سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اور قتل کرنے سے قصاص کا حکم لاگو ہو گا۔

ان دو جرائم کے حد ہونے میں ائمہ کرام میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئے جرائم ہیں جن کے حد ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے:

۳: ہم جنس پرستی۔

۴: تارک صلوۃ۔

۵: گستاخ نبی ﷺ۔

۴: ہم جنس پرستی

انسانی تاریخ کا ایک انتہائی شرمناک اور گھناؤنے جرم ہے۔ اس جرم میں سب سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم مبتلا ہوئے۔ ان سے پہلے کسی کو اس گھناؤنے کام کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو اتنے دردناک طریقے سے ہلاک کیا تھا کہ کسی دوسری قوم کو نہیں کیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ

"اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا اس کو کسی نے جہان میں تم تو دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم لوگ ہو حد سے گزرنے والے اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں، پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں، اور برسایا ہم نے ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا، پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہگاروں کا۔"

(الاعراف: ۸۰-۸۴)

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ

"اور برسا دیا ہم نے ان پر برساؤ پھر کیا برا برساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا"

(النمل: ۵۸)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ

"پھر جب پہنچا حکم ہمارا کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائے ہم نے اس پر پتھر کنکر کے تہ بہ تہ"

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ

"نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس اور نہیں ہے وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور۔"

(الھود: ۸۲-۸۳)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۙ

"پھر آ پکڑا ان کو چنگھاڑ نے سورج نکلتے وقت"

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ط

"پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے ان پر پتھر کھنگر کے"

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ

"بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں۔"

(الحجر: ۷۳-۷۵)

حدیث میں ہم جنس پرستوں کو قتل کردینے کا حکم آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ)

ترجمہ: اگر کسی کو قوم لوط کے عمل کی طرح (ہم جنس پرستی) عمل کرتے ہوئے دیکھو، تو جس نے کیا اور جس کے ساتھ کیا یعنی فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو!

(ابوداؤد ح ۴۴۶۴-ترمذی، ح ۱۴۵۶)

البتہ ہم جنس پرستوں کی سزا کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف ہے:

★ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ انہیں ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا۔

★ بعض کہتے ہیں کہ اس کی سزا زنا کی سزا جیسی ہے یعنی غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے لگائے جائنگے۔ اور اگر شادی شدہ ہو تو رجم یعنی سنگسار کر کے قتل کر دے۔

ان کے نزدیک ہم جنس پرستی زنا کی مانند حدود اللہ میں شامل ہیں۔

★ چند دیگر ائمہ کے نزدیک ان کی سزا حدود اللہ میں شامل نہیں ہے۔ اور اس کی سزا زنا کی سزا کی مانند بھی نہیں ہے۔ اسی طرح ہر حال ان کو قتل کرنا بھی لازمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی سزا تعزیر میں شمار ہوتی ہے۔ اور تعزیر کہتے ہیں غیر متعینہ سزا کو۔ یعنی امام المسلمین جس طرح کی سزا کو مناسب سمجھے اسی طرح کی سزا دے سکتے ہیں۔ اگر مار و قید کے ذریعہ ان کے باز آجانا سمجھا جاتا ہو، تو اس پر ہی اکتفاء کرے۔ لیکن جو اس فعل کے عادی بن جائے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ خواہ شادی شدہ ہو یا نہ ہو۔

امام المسلمین ان لوگوں کو انتہائی عبرتناک اور سخت طریقے سے قتل کر دے جیسے:

۱: آگ سے جلا دے۔

۲: یا دیوار دھنسا کر اس میں دبانے کے ذریعہ قتل کرے۔

۳: یا اونچے پہاڑ یا عمارت کے اوپر سے نیچے پھینک دے، اور گرتے سمی ان پر پتھر برسائے۔ جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا تھا۔

۴: یا پھر انتہائی بدبودار جگے میں قید کر کے رکھے جبتک نہ اس بدبو کی وجے سے ان کی موت آجائے۔

(دیکھئے! ھدایہ: ج۲ ص۵۱۶۔ فتح القدیر: ج۵ ص۲۴۹-۲۵۲۔ ردالمحتار: ج۴ ص۲۷)

فائدہ: اگر کوئی ہم جنس پرست مرتد نہ بھی ہو پھر بھی صرف اس ہم جنس پرستی کے جرم یا اس کے نشر و اشاعت کی پاداش میں انہیں قتل کر دینا ضروری ہے۔ ان جیسے ناپاک کیڑوں کو زمین میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۴: تارک صلوۃ۔

تارک صلوۃ کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک تارک صلوۃ کو قید کر کے سزا دیتے رہنا۔ جبتک نماز پڑھنا شروع نہ کرے تب تک جیل میں بند کر کے سزا دیتے رہنا پڑے گا۔ پھر یا تو نماز پڑھنے پر راضی ہو گا ورنہ اسی طرح حالت قید میں مارا جائے گا۔

اور ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم (مالک، شافعی، احمد) کے اقوال کے مطابق قید کرنے کے بعد اگر نماز پڑھنے پر راضی نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

البتہ قتل کس اعتبار سے کیا جائے گا اس میں اختلاف ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ اب مرتد ہے۔ سو مرتد ہونے کی وجے سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "حد" کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ شادی شدہ زناکار کو "حد" کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک تارک صلوۃ مرتد نہیں ہیں۔ البتہ زنا کی سزا کی مانند ترک صلوۃ کی سزا بھی قتل ہے۔

یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تارک صلوۃ مرتد ہے۔ مرتد ہونے کی وجے سے اسے قتل کیا جائے گا۔ اور باقی تین ائمہ کے نزدیک تارک صلوۃ مرتد نہیں ہے۔ البتہ امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک "حد" کے طور پر تارک صلوۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جیل میں قید کر کے سزا دیتے رہنا ہے۔

(دیکھئے! کتاب الصلوۃ وحکم تارکہ-ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) ص ۱۲-۱۳ص)

۵: رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا (شاتم رسول)

تمام ائمہ کرام اس بارے میں متفق ہے کہ عام مرتد کی سزا قتل ہے۔ البتہ اگر توبہ کرکے مسلمان ہوجائے تو اس کی توبہ معتبر ہے۔اور وہ قتل سے بچ جائے گا۔

رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا متفقہ طور مرتد ہے۔ البتہ عام مرتد توبہ کرکے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔اور وہ قتل سے بھی بچ جاتا ہے۔ تو کیا گستاخ رسول ﷺ کیلئے بھی یہی حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

مالکی اور حنبلی مذھب کے مطابق دنیا میں ان کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔اسے ہر حال میں قتل کردیا جائے گا۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو مرتد گستاخ رسول ﷺ ہو اس کی سزا حدود اللہ میں داخل ہے۔اور حدود اللہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ جیسے کسی کے بارے میں گواہ و ثبوت کے ذریعے زنا کا جرم ثابت ہوجانے کے بعد اگر وہ زانی توبہ کرلے تو اللہ تعالی اسے آخرت میں تو ضرور معاف کردینگے لیکن دنیا میں یقیناً اس پر حد زنا قائم کی جائے گی۔اسی طرح گستاخ رسول ﷺ (خواہ مسلم ہو یا کافر) توبہ کرکے مسلمان ہوجانے سے آخرت میں اسے اللہ تعالی کے پاس معافی مل جائے گی۔ لیکن دنیا میں ضرور اسے حد کے طور پر قتل کرنا پڑیگا۔

شوافع کے نزدیک گستاخ رسول کی سزا بعض صورتوں میں حدود اللہ میں داخل ہے (اس وقت وہ اگر توبہ کرکے مسلمان بھی ہوجائے تب بھی اسے قتل کردینا ضروری ہے۔) اور بعض صورتوں داخل نہیں ہے۔ (اس وقت توبہ کرکے مسلمان ہوجانے سے اسے معاف کردیا جائے گا۔)

احناف کے نزدیک وہ مرتد جو گستاخ رسول ہے، اس کا حکم عام مرتدوں کے حکم کی طرح ہی ہے۔ کہ یہ حدود اللہ میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ اگر وہ توبہ کرکے مسلمان ہوجائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی ذمی گستاخی کے مرتکب ہونے کے بعد توبہ کرکے مسلمان ہوجائے تو اس کا حکم اس سے مختلف ہے۔اور وہ یہ ہے کہ اگر پکڑا جانے سے پہلے ہی توبہ کرکے مسلمان ہوجائے تو اس صورت میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا-اور اگر پکڑا جانے کے بعد توبہ کرلے اور مسلمان بھی ہوجائے تو تب بھی اسے قتل کردینا ضروری ہے۔ پکڑا جانے کے بعد اس کی توبہ یہاں مقبول نہیں ہوگی۔

(دیکھئے! فتاوی شامی: ج ۴ ص ۲۳۳۔ باب المرتد: ج ۴ ص ۲۱۵۔ باب العشر والخراج والجزیہ۔)

دوم: قتل مسلم شرعی قصاص کے تحت:

اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو قتل کے بدلے میں اسے بھی قتل کر دینا۔یا کوئی کسی کا عضو ضائع کر دے تو اس کے بدلے میں اس کے بھی وہی عضو ضائع کر دینا، اس کو قصاص کہتے ہیں۔البتہ ہماری اس بحث میں قصاص سے صرف "قتل کے بدلے قتل" مراد ہے۔

کوئی مسلمان کسی کو ناحق قتل کرنے سے اس پر قصاص کا قانون جاری ہوتا ہے۔البتہ اس میں چند شرائط بھی ہے۔چنانچہ کسی کو کوئی قتل کرنے سے اس کے بدلے میں شرط و شرائط دیکھے بغیر بھی قاتل کو قتل کر دینا جائز نہیں ہے۔

ہم بنیادی طور پر قانون قصاص جاری ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں کہہ سکتے ہیں:

پہلی شرط:

جسے قتل کیا گیا یعنی مقتول کا "محقون الدم علی التأبید" ہونا۔یعنی ایسا شخص ہونا جسے شریعت نے امن دے رکھا ہو۔اور کسی شرعی علت کے علاوہ ہمیشہ کیلئے اسے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو۔

مذکورہ اصول کے تحت ذیل میں مذکور لوگوں کو قتل کرنے سے قصاص کا قانون جاری نہیں ہوگا:

۱: حربی یعنی ایسا کافر جس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔

۲: معاہَد یعنی ایسا کافر جس کے ساتھ ایک متعین وقت تک جنگ بندی کا معاہدہ ہوا ہو۔

۳. مستأمن یعنی ایسا کافر جو مسلمانوں سے اجازت لیکر عارضی طور پر دارالاسلام میں آیا ہو۔

ان لوگوں کو قتل کرنے سے قصاص کا قانون جاری نہیں ہوتا۔یعنی اگر کوئی مسلمان مذکورہ تین قسم کے کفار میں سے کسی کو قتل کر دے تو بدلے میں اس مسلمان کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ اس طرح کے کافروں کی جان ومال اپنی اصل کے اعتبار سے مسلمانوں کیلئے حلال ہے۔بنیادی طور پر انہیں قتل کرنا بھی جائز ہے۔اور ان کے مال و دولت کو لوٹنا بھی جائز ہے۔

اصلی حربی یعنی جن کافروں سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ نہیں ہے ان کے بارے میں تو یہ بات بالکل واضح ہے۔اور باقی دو قسم کے کافر یعنی معاہَد و مستأمن اگرچہ عارضی طور پر ان کو قتل کرنا جائز

نہیں ہے معاہدہ اور امن دینے کی وجہ سے۔ لیکن اصلا ان کے جان ومال مسلمانوں کیلئے حلال ہے۔ معاہدہ اور امن کے میعاد ختم ہوتے ہی دیگر حربی کفار کی طرح ان کو بھی قتل کرنا اور ان کے اموال کو لٹنا حلال ہو جائے گا۔ چنانچہ ان کے جان ومال ہمیشہ کیلئے محفوظ نہیں ہیں۔ اسی لئے ان کے قتل سے کسے مسلمان پر قصاص کا حکم جاری نہیں ہو گا۔ البتہ معاہدہ اور امن کے میعاد ختم ہونے سے پہلے ہی قتل کرنے کی وجہ سے وہ مسلمان گناہگار ہو گا۔

کفار کی چوتھی قسم، ذمی: یعنی مسلمانوں کے ماتحت جزیہ دے کر دار الاسلام میں رہنے والا کافر۔ ان کو قتل کرنے سے متعلقہ مسلمان شخص پر قصاص کا حکم جاری ہو گا یا نہیں اس بارے میں ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔

۴: مرتد۔ کیونکہ اس کی جان کی حرمت ختم ہو چکی ہے۔ اور اسے قتل کرنا فرض بھی ہے۔

* ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے سے قاتل پر قصاص کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے جو نکہ قابل قتل کوئی جرم میں مبتلا ہے اور وہ جرم ملزموں کے اپنے اقرار یا شرعی گواہ وثبوت کے ذریعے سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ساتھ ساتھ دار الاسلام کے شرعی قاضی نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ بھی جاری کر دیا ہو۔

جیسے:

۵: شادی شدہ زناکار مرد وعورت دونوں۔

6: قزآق وڈاکو۔(مرد وعورت دونوں)۔

چنانچہ اگر شرعی قاضی زنا یاڈاکے کی وجہ سے کسی مسلمان شخص کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا ہو اس کے بعد حکومتی جلاد یا قتل سے متعلق ذمہ داران کے علاوہ کوئی اور عام مسلمان انہیں قتل کر دے ۔ تو اس صورت میں مذکورہ اس عام مسلمان پر قصاص کا حکم جاری نہیں ہو گا۔ یعنی قتل کے بدلے قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ مسلمان کی جان ومال حرام اور محفوظ ہونے کے باوجود اس نے جس مسلمان کو قتل کیا ہے وہ اب محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ شرعی اعتبار سے وہ اب قابل قتل ہے۔ اسی لئے اسے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہو گا۔ البتہ قاضی صاحب کی اجازت کے بغیر از خود قتل کرنے کی وجہ سے اس پر تعزیر کی سزا جاری ہو گی۔ لیکن اگر قاضی صاحب کے فیصلے سے پہلے ہی ایسے شخص کو کوئی قتل کر دے تو پھر اس کا حکم الگ ہے۔

دوسری شرط:

قتل عمد ہونا، یعنی جان بوجھ کر قصداً قتل کرنا۔ چنانچہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو انجانے میں یا بھولے سے قتل کر دے تو اس قتل سے قاتل پر قصاص کا حکم جاری نہیں ہو گا۔ البتہ خون بہا یعنی دیت دینی پڑیگی۔ اور استغفار کرنا پڑیگا۔ اللہ کے پاس اس کیلئے معافی مانگنی پڑیگی۔

یاد رہے کہ ! جسے قتل کیا گیا ہے اس کے ولی کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو جس طرح قاتل کو قتل بھی کر سکتے ہیں اسی طرح قاتل کو قتل نہ کر کے معاف بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر چاہے تو قتل کے بدلے دیت بھی لے سکتے ہیں۔ البتہ دیت لینے میں قاتل کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرتد کو اور ذمی کے علاوہ دوسرے کسی کافر کو قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہو گا۔ ذمی کو قتل کرنے سے قصاص واجب ہو گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ اور جن مسلمانوں کے بارے میں زنا یا ڈاکے میں ملوث ہونے کی وجہ سے شرعی قاضی کی طرف سے قتل کا حکم جاری ہوا ہے۔ ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی قصاص واجب نہیں ہو گا۔ جن لوگوں کو قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے تو ان مقتولوں کے ولیوں کے لئے یہ اختیار ہے کہ وہ اگر چاہے تو قصاص یعنی قاتل کو قتل نہ کروا کر معاف بھی کر سکتے ہیں یا دیت بھی لے سکتے ہیں۔

البتہ "حد" اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ حدود اللہ کو معاف کرنا یا اس کے بدلے میں دیت یا پیسہ لینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(فتوی شامی: ج۵ ص ۵۳۴،۵۳۲۔ فی ما یوجب القواد ومالا یوجبه۔ هدایه: ج۲ ص۲۰۲۔ باب الشهادت علی الزنا و الرجوع عنها۔ فتح القدیر: ج۵ ص416۔ باب قطع الطریق۔ احکام القرآن للجصاص: ج۱ص174۔ سورہ بقرہ، آیت القصاص۔)

سوم: دفع الصائل یعنی جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے تحت قتل مسلم:

ہم نے ماقبل میں بتایا تھا کہ اگر کوئی کسی کے جان ومال اور عزت وآبرو پر حملہ آور ہو اور اس حملہ آور کو قتل کئے بغیر جان ومال اور عزت وآبرو کو بچانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اسے قتل کر دینا ہے۔

تمام آسمانی ادیان میں "ضروریات خمسہ" یعنی دین ودہرم، جان ومال، عزت وآبرو، حسب ونسب اور عقل وہنر کی حفاظت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۰ ھ) ارقام کرتے ہیں:

قد اتفقت الأمة بل سائر الملل على أن الشريعة وضعت للمحافظة على الضروريات الخمس وهي: الدين، والنفس, والنسل، والمال، والعقل وعلمها عند الأمة كالضروري.

ترجمہ: امت مسلمہ بلکہ تمام آسمانی مذاھب اس پر متفق ہے کہ شریعت کے وجود ضروریات خمسہ یعنی دین ودہرم، جان ومال:، نسل اور عقل وہنر کی حفاظت کیلئے ہے۔ پوری امت کے نزدیک یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(الموافقات: ج۱ص ۳۱۔)

اسی وجے سے کوئی شخص خواہ مسلمان ہو یا کافر کسی مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملہ آور ہونے سے اسے روکنا فرض ہے۔ اگر بغیر قتل کے روکنا ممکن نہ ہو تو حملہ آور کو قتل کردینا ہے۔اور اس قتل کی وجے سے اس مظلوم قاتل پر کسی بھی قسم کا کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالی کے یہاں اسے بے شمار ثواب حاصل ہوگا۔اور اگر حملہ آور کو روکتے ہوئے وہ خود ہی قتل ہوجائے تو وہ شہیدوں میں شمار ہوگا۔

جس کے جان ومال یا عزت وآبرو پر حملہ ہوا ہے اپنے بچاؤ کیلئے قدم اٹھانا جس طرح اس کی ذمے داری ہے اسی طرح دیگر مسلمان کی بھی ذمے داری ہے اس بچاؤ میں اس کی مدد کرنا۔

اس مسئلے کے متعلق قرآن وسنت کی دلیلیں اور ائمہ کرام کے اقوال ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں اس لئے یہاں پر دوبارہ اس کو بیان نہیں کیا جائے گا۔ سمجھنے میں آسانی کیلئے ذیل میں چند صورتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو قتل کرنے کیلئے آئے خواہ وہ شخص اپنے باپ ہی کیوں نہ ہو، اور اس حملہ آور کو قتل کئے بغیر اس کے ہاتھ سے اپنے کو بچانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس حملہ آور کو قتل کردیا جائے گا۔اسی طرح اگر کوئی کسی کا کوئی عضو ضائع کرنا چاہتا ہو اور حال یہ ہے کہ اسے قتل کئے بغیر اس کے ہاتھ سے اپنے عضو کے ضیاع کو روکنا ممکن نہ ہو، تو اسے بھی قتل کردیا جائے گا۔

۲: اگر کوئی کسی خاتون یا نوعمر لڑکے کے ساتھ بدکاری کرنا چاہے اور حال یہ ہے کہ اسے قتل کئے بغیر اپنی عزت کے تحفظ ممکن نہیں تو اس صورت میں بھی اسے قتل کردیا جائے گا۔

اگر مرد وعورت دونوں باہمی رضامندی سے زنا میں مبتلا ہو اور بغیر قتل کے وہ اس بدکاری سے باز نہ آئے تو اس صورت میں بھی دونوں کو قتل کردیا جائے گا۔

۳: کوئی کسی کا مال چھیننا چاہتا ہو اور قتل کے بغیر اپنے اموال کی حفاظت ممکن نہ ہو تو اس حملہ آور کو قتل کر کے اپنے اموال کی حفاظت کرے۔

۴: اگر کسی کے مکان میں چور گھس آئے اور چور کو قتل کے بغیر اپنے مال کی حفاظت ممکن نہ ہو تو اس چور کو بھی قتل کر دے، اور اپنے اموال کی حفاظت کرے۔

۵: اگر کہیں پر ڈاکہ ڈالا گیا ہو اور حال یہ ہے کہ ڈاکوؤں کو قتل کے بغیر ان سے اپنے مال و دولت کو بچانا ممکن نہ ہو تو ان کو بھی قتل کر دے۔

۶: اگر کہیں ناحق ٹیکس یا چندہ زبردستی لیا جارہا ہو اور صورت حال یہ ہے کہ انہیں قتل کئے بغیر اپنے مال کو بچانا ممکن نہ ہو تو ان لوگوں کو بھی قتل کر دے۔

چہارم: قتل مسلم سیاست اور تعزیر کے تحت:

لفظ سیاست اور تعزیر ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ شریعت میں جن جرائم کی سزا متعین نہیں ہے ان جرائم کی سزا امام المسلمین، سلطان وقت اور شرعی قاضی کے فیصلے پر موقوف ہے۔ جہاں جتنا سزا دینا مناسب ہو وہاں اتنا ہی سزا دینا چاہئے۔ جتنی سزا سے مجرم کی روک تھام اور معاشرہ سے ہر قسم کی برائی، ظلم وزیادتی، بدامنی اور بدعنوانی کو ختم کر کے ایک صالح، معتدل اور پر امن انصاف پسند دینی معاشرہ برقرار رکھا جاسکے اتنے ہی سزا دینا چاہئے۔ البتہ ضرورت سے زیادہ سزا دینا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اس طرح کے سزا دینے میں بھی چند حدود اور قاعدے، قانون ہے۔ اگر اللہ تعالی کی مشیت ہو تو حدود اور تعزیر کے موضوع پر مستقل رسالہ تیار کرنے کا ارادہ ہے۔ وہاں پر ان شاء اللہ اس مسئلے کو کچھ تفصیل سے ذکر کرونگا۔

قتل کے ذریعے بھی تعزیر ہو سکتی ہے۔ عام طور پر اسے "القتل سیاسۃ" یعنی سیاسی قتل کہا جاتا ہے۔ جن جرائم کی سزا متعین نہیں ہے، البتہ وہ جرائم ایسے ہیں کہ جس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ سماجی زندگی اس سے تباہ ہو جاتی ہے، سماج و معاشرہ میں بدامنی پھیلتی ہے، تو ان جرائم کی سزا میں قتل کی اجازت ہے۔ جب ایسے جرائم لوگ بار بار کرنے لگے تو اس وقت اسے قتل کر دینے کا حکم ہے۔ اسی طرح جو لوگ دینی ماحول کو برباد اور بگاڑنے میں لگے ہیں، جن سے دین میں بگاڑ اور گمراہی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو انہیں بھی قتل کرنے کی اجازت ہے۔

الغرض جو لوگ معاشرہ مین دینی یا دنیاوی اعتبار سے فساد اور بگاڑ پیدا کرنے میں لگے ہیں ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ مسلمان ہو، نماز وروزہ سمیت دیگر تمام عبادت کے پابند ہوتب بھی۔

کتاب وسنت میں فساد پھیلانے والوں کے بارے میں قتل کا حکم وارد ہوا ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ

”اسی سبب سے، لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں“

[سورۃ مائدۃ:۳۲]

اس آیت کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی کسی کو قتل کرنے سے اسکے بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو زمین میں فتنہ وفساد پھیلاتا ہے اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ(۳۷۰ھ) ارقام کرتے ہیں:

فكان في مضمون الآية إباحة قتل المفسد في الأرض.اه۔

ترجمہ: یہ آیت بتارہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والوں کو قتل کرنا حلال ہے۔

(احکام القرآن: ج۲ص۵۰۵)

دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے فساد اس آیت سے مراد ہے۔

دنیاوی فساد: جیسے، چوری، ڈاکہ، لٹ ومار، قتل، زنا، جادووغیرہ کے ذریعے سماج میں فتنہ وفساد پھیلانا۔ عوام کی زندگی کو تباہ وبرباد کر دینا۔

دینی فساد: جیسے، الحاد، زنادقہ، لادینیت، بدعت وغیرہ کے نشر واشاعت کرنا۔

ان دونوں قسم کے فساد پھیلانے والوں کو قتل کرنے کی اجازت ہے اگر بغیر قتل کے ان کے فساد روکنا ممکن نہ ہو۔ اور اس طرح کے قتل کو ”سیاسی قتل“ کہتے ہیں۔

سیاست کسے کہتے ہیں؟

امید ہے کہ ماقبل کے بیان سے سیاست کے بارے میں تھوڑا بہت اندازہ تو ضرور ہو گیا ہو گا۔ البتہ سیاست کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ یہ سیاست صرف قتل تک ہی منحصر نہیں ہے۔ اسی طرح صرف کسی ایک جرم میں ہی اس کا انحصار نہیں ہے۔ سیاست ہر ایک امور کے ساتھ منسلک ہے۔ معاشرہ میں امن و امان برقرار رکھنے کیلئے جتنے بھی اقدامات اٹھانا ضروری ہے ایسے سبھی چیزوں کو سیاست کہی جاتی ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ وہ شریعت کے دائرے کے باہر نہ ہو۔ شریعت کے خلاف ہونے سے اسے اسلامی یا شرعی سیاست نہیں کہی جائے گی، بلکہ وہ ظلم میں شمار ہو گی، جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ (۵۱۳ھ) سے سیاست کی یہ تعریف نقل کرتے ہیں:

"السياسة ما كان فعلا يكون معه الناس أقرب إلى الصلاح وأبعد عن الفساد وإن لم يضعه الرسول ﷺ ولا نزل به وحي. اهـ"

ترجمہ: سیاست کہتے ہیں ایسے اقدامات اور طریقہ کار کو جس کے ذریعے انسان خیر و بھلائی کے بہت نزدیک اور شر و برائی سے بہت دور رہتے ہیں۔ اگرچہ اسے حضور ﷺ نے نہیں بتایا اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔

(الطرق الحکمیہ: ص:۱۷)

مقصد: اگرچہ اس کے متعلق حضور ﷺ سے صراحۃ کوئی راہنمائی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی وحی نازل ہوئی ہے، اس کے باوجود شریعت کی بنیادی اصولوں کا یہی دعوی ہے۔ یعنی جن امور کے متعلق شریعت کی صراحۃ کوئی راہنمائی نہیں ہے۔ ان امور میں شریعت کے تمام بنیادی اصولوں کی روشنی میں فیصلے لینے کو سیاست کہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ فیصلے شریعت کے کسی واضح حکم کے خلاف ہو یا شریعت کے بنیادی اصولوں سے ٹکراتا ہو تو وہ اب اسلامی سیاست نہیں کہلائے گا، بلکہ ظالم سیاست کہلائے گا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) ارقام کرتے ہیں:

"فإن السياسة نوعان: سياسة ظالمة فالشريعة تحرمها، وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم الفاجر فهي من الشريعة. اهـ"

ترجمہ: سیاست کی دو قسمیں ہیں:

۱: ظالم سیاست، شریعت اسے حرام قرار دیتی ہے۔

۲: عادل یعنی انصاف پسند سیاست جو ظالم اور مجرموں سے انصاف دلاتا ہے۔ اور یہ شریعت میں داخل ہے۔

(الطرق الحکمیہ: ص: ۱۰)

علامہ موصوف نیز فرماتے ہیں:

"فلا يقال إن السياسة العادلة مخالفة لما نطق به الشرع بل هي موافقة لما جاء به بل هي جزء من أجزائه ونحن نسميها سياسة تبعا لمصطلحهم وإنما هي عدل الله ورسوله. اهـ"

ترجمہ: چنانچہ اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ انصاف پسند سیاست شریعت کے خلاف ہے۔ بلکہ ایسی سیاست شریعت کے عین مطابق ہے۔ بلکہ یہ شریعت کے ہی ایک جزو ہے۔ اگرچہ ہم اسے تم لوگوں کی اصطلاح کے مطابق "سیاست" کہتے ہیں، پر یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیئے گئے انصاف پسند قانون ہے۔

(الطرق الحکمیہ: ص: ۱۸)

چنانچہ من گھڑت قانون اور فیصلے کا نام اسلامی سیاست نہیں ہے۔ بلکہ شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں لئے گئے فیصلے کا نام اسلامی سیاست ہے۔ اور اگر وہ فیصلے شرعی اصولوں کے خلاف ہے تو وہ اسلامی سیاست نہیں ہے بلکہ ظلم اور حرام ہے۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) ارقام کرتے ہیں:

أشار كلام الفتح إلى أن السياسة لا تختص بالزنا وهو ما عزاه الشارح إلى النهر. وفي القهستاني: السياسة لا تختص بالزنا بل تجوز في كل جناية، والرأي فيها إلى الإمام على ما في الكافي ... فالسياسة استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطريق المنجي في الدنيا والآخرة. اهـ

ترجمہ: فتح القدیر کی تشریح اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ سیاست صرف زنا تک محدود نہیں ہیں۔ قہستانی میں تصریح ہے کہ سیاست صرف زنا تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر جرائم میں اس کا استعمال جائز ہے۔ اس بارے میں فیصلے لینے کی ذمے داری امام المسلمین پر ہے۔ لھذا دنیا و آخرت کی کامیابی جس راستے پر ہے اس راستے کی طرف اہل دنیا کو راہنمائی کرنے کا نام سیاست ہے۔

(رد المحتار: ج۴ ص ۱۵)

امام المسلمین سے صرف ان کی ذات ہی مراد نہیں ہے بلکہ ان کی طرف سے مقرر کردہ سلطان، قاضی اور امیر و امرا سب ہی مراد ہے۔ ان تمام حضرات اپنے اپنے دائرے میں رہ کر سیاست شرعیہ نافذ کرسکتے ہیں۔

(ردالمختار: ج۴ص:۱۵)

سیاست کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے۔ موقع کے لحاظ سے چند امور میں چند لوگوں پر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تھوڑے بہت نرمی برتنے کی گنجائش ہے۔ یہ بھی سیاست ہے۔ جیسے اسلامی فوج جب دار الحرب میں قیام پزیر ہو تو اس وقت حد قائم کرنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ کیونکہ دار الحرب میں جنگ چلتے وقت ایک مسلمان سپاہی کی بہت زیادہ اہمیت اور ضرورت ہے۔ کسی مسلمان سپاہی کے ہاتھ یا پاؤں کاٹنے سے اسلامی فوج کی طاقت کم ہو جائے گی۔ اور کفار فوج کی طاقت و ہمت بڑھ جائے گی۔ اس کے علاوہ جس پر حد قائم کی گئی ہے غصے میں آکر وہ کفار فوج سے بھی جامل سکتا ہے۔ اور اس سے حد قائم کرنا نفع کے بجائے نقصان کا سبب بن جائے گا۔

اس لئے دار الاسلام میں واپسی تک حد قائم کرنے سے تاخیر کی جائے گی۔ اگرچہ ایسا کرنا ظاہرا قرآن کے حکم کے خلاف ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ میں حدود اللہ کے قیام میں تاخیر کرنے کی بات نہیں ہے۔ لیکن شریعت کی بنیادی اصولوں کی روشنی میں یہی سیاست کا تقاضی ہے۔ کیونکہ اس تاخیر سے حد بھی قائم ہو رہی ہے اور ساتھ ساتھ جس نقصان کا اندیشہ تھا اسے روکنا بھی ممکن ہو پارہا ہے۔ اسی لئے یہاں پر حد قائم کرنے میں تاخیر کرنا ہی شریعت کا تقاضی ہے۔

بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے بعض موقعوں پر تھوڑا بہت نرمی اختیار کرنا بھی سیاست میں داخل ہے۔ اور کبھی سختی برتنا بھی سیاست میں داخل ہے۔ جیسے چور کی سزا، اگر پہلی دفعہ چوری کرے تو داہنے ہاتھ کاٹنا۔ اور اگر دوسری دفعہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹنا۔ یہ دو سزا حد میں داخل ہے۔ اسی لئے اس میں کوئی کمی و بیشی نہیں کی جائے گی۔ تیسری اور چوتھی دفعہ چوری کرنے سے کیا سزا دینا ہے؟ احناف کے نزدیک اس بارے میں شریعت میں کوئی سزا متعین نہیں ہے۔ اگر مناسب لگے تو جیل میں بند کر کے رکھ سکتے ہیں۔ یا پھر پہلے کی طرح بایاں ہاتھ و بایاں پاؤں کانٹ بھی سکتے ہیں۔ اور اگر مناسب معلوم ہو تو قتل بھی کرسکتے ہیں۔ اگرچہ چوری کی سزا قتل نہیں ہے۔ لیکن اگر تیسرے و چوتھے مرتبہ چوری کرے تو قتل کردینا ہی سیاست کا تقاضی ہے۔ کیونکہ اب وہ ایک عام چور نہیں رہا۔ بلکہ مفسد فی الارض یعنی زمین میں فساد پھیلانے والا بن گیا۔

اس کی وجہ سے عوام کے اموال خطرے میں ہے، اور یہ ایک فساد ہے۔ اور فساد پھیلانے والوں کے بارے میں قرآن میں قتل کا حکم آیا ہے۔ جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے ما قبل میں ذکر کیا گیا۔ لہذا، تیسرے اور چوتھے مرتبہ چور کو قتل کر دینا شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہی شریعت کے اصول وضوابط کا تقاضی ہے۔ اس چور کے متعلق یہی اسلامی سیاست ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) ارقام کرتے ہیں:

عرفها بعضهم بأنها: "تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة الفساد"، وقوله: "لها حكم شرعي" معناه أنها داخلة تحت قواعد الشرع وإن لم ينص عليها بخصوصها؛ فإن مدار الشريعة بعد قواعد الإيمان على حسم مواد الفساد لبقاء العالم، ولذا قال في البحر: وظاهر كلامهم أن السياسة هي فعل شيء من الحاكم لمصلحة يراها وإن لم يرد بذلك الفعل دليل جزئي اهـ. وفي حاشية مسكين عن الحموي: السياسة شرع مغلظ، وهي نوعان: سياسة ظالمة فالشريعة تحرمها. وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم، وتدفع كثيرا من المظالم، وتردع أهل الفساد، وتوصل إلى المقاصد الشرعية فالشريعة توجب المصير إليها والاعتماد في إظهار الحق عليها، وهي باب واسع ...الخ اهـ

ترجمہ: بعضوں نے سیاست کی تعریف یہ بیان کیا ہے کہ "فتنہ وفساد کی جڑ کو ختم کرنے کیلئے جن جرائم کی سزا شریعت میں متعین ہے، ان میں سخت سزا کے بند وبست کرنا"۔ اس تعریف میں "شریعت میں متعین ہے" سے مراد یہ ہے کہ وہ سزا شریعت کے بنیادی اصول وضوابط سے ہی ماخوذ ہے۔ اگرچہ صراحۃ اس بارے میں شریعت کی کوئی واضح راہنمائی نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کے بنیادی امور کے بعد شریعت کا دار ومدار فساد کی جڑ کو ختم کرنے پر ہے۔ تاکہ دنیا انصاف پر قائم رہ سکے۔ اسی لئے "البحر الرائق" میں کہا گیا ہے کہ ائمہ کرام کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ "سیاست" شرعی قاضی صاحبان کے وہ اقدامات اور قرار دادیں ہیں جو انہوں نے مصالح اور بھلائی کو مد نظر رکھتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ اگرچہ ان اقدامات و قراردادوں کے بارے میں شریعت میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔

مسکین کے حاشیہ میں حموی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ سیاست، سختی برتنے کا قانون ہے۔ اور وہ دو قسم پر ہے:

۱: ظالم سیاست، شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

۲: عادل یعنی انصاف پسند سیاست جو ظالم سے مظلوم کے حقوق کو وصول کرتی ہے، مختلف قسم کے مظالم کو روکتی ہے، فسادیوں کو قابو میں رکھتی ہے، اور شریعت کے نصب العین اور مقاصد کو پورا کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اسے اختیار کرنا اور حقوق کو ثابت کرنے کیلئے اس پر اعتماد رکھنے کو شریعت ضروری قرار دیتی ہے۔ اور یہ بہت ہی وسیع ایک موضوع ہے۔

(ردالمحتار: ج۴ص۱۵)

الغرض، جن امور کے متعلق شریعت میں کوئی واضح حکم نہیں ہے، ان امور میں شریعت کے تمام اصول وضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلے لینے کو اسلامی سیاست کہتے ہیں۔ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے چند موقعوں پر تھوڑے بہت نرمی برتنا بھی سیاست ہے۔ اسی طرح فساد اور فسادیوں کی روک تھام کیلئے چند مقامات پر سختی برتنا بھی (یہاںتک کہ قتل کرنا بھی) سیاست ہے۔ سیاست ایک بہت ہی وسیع موضوع ہے۔ شریعت کے تمام امور اس میں داخل ہے۔

سیاسی قتل:

امید ہے کہ قارئین کو اوپر کی بحث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ بہت سے مقامات پر شریعت نے سیاست یا تعزیر کے تحت قتل کی اجازت دے رکھی ہے۔

الدرالمختار کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۸۸ھ) ارقام کرتے ہیں:

ویکون التعزیر بالقتل. اھ

ترجمہ: تعزیر قتل کے ذریعے سے بھی ہوسکتی ہے۔

(الدرالمختار، (ردالمحتار کے ساتھ ج۴ص ۶۲)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سیاست کے تحت ان لوگوں کو قتل کیا جائے گا، جو معاشرہ میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ جن کی وجے سے عوام کے جینا دوبھر ہوگیا ہے۔ جن کی وجے سے عوام کی جان ومال، عزت و آبرو خطرے میں ہیں، جن کی وجے سے عوام کے دین و ایمان برباد ہو رہے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو سیاست کے تحت قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے برعکس جن لوگوں کے جرائم سے صرف مجرم خود ہی متاثر ہو رہا ہے، ان کے جرائم سے کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں ہو رہا ہے تو ایسے مجرموں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسے، کوئی شخص روزہ نہیں رکھتا اور وہ کسی دوسرے کو روزہ نہ رکھنے پر آمدہ بھی نہیں کرتا۔ تو اسے روزہ نہ رکھنے کے جرم میں جیل میں بند کرکے رکھا جائے گا، جیل میں سزا دی جائے گی۔ البتہ قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ روزہ نہ رکھنے کا نقصان اس کی ذات تک محدود ہے۔ اس

سے دوسروں کا کوئی نقصان نہیں ہو رہا ہے۔ دوسری طرف کٹر بدعتی، جو اپنی بدعت اور گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے، آمدہ کر رہا ہے۔ تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس سے لوگوں کے دین برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح چور، ڈاکو، لٹ و مار کرنے والا، ناحق ٹیکس وصول کرنے والا، قاتل، زناکار اور ہم جنس پرست (لوطی) جیسے مجرموں کی وجہ سے معاشرہ میں برائی پھیل رہی ہے۔ معاشرہ برباد ہو تا جا رہا ہے۔ عوام کے امن و امان خطرے کے شکار ہیں۔ اسی لئے جب ان مجرموں سے اس طرح کے جرائم بار بار صادر ہونے لگے، تو اس وقت انہیں قتل کر دینا ہے۔

ما قبل میں مذکور صاحب الدر المختار کی تصریح کے تحت علامہ شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) رقمطراز ہیں:

رأيت في [الصارم المسلول] للحافظ ابن تيمية أن من أصول الحنفية أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة في ذلك، ويحملون ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه من القتل في مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة في ذلك ويسمونه القتل سياسة، وكان حاصله أن له أن يعزر بالقتل في الجرائم التي تعظمت بالتكرار وشرع القتل في جنسها. اهـ ... ومن ذلك ما سيذكره المصنف من أن للإمام قتل السارق سياسة أي إن تكرر منه. وسيأتي أيضا قبيل كتاب الجهاد أن من تكرر الخنق منه في المصر قتل به سياسة لسعيه بالفساد، وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل، وسيأتي أيضا في باب الردة أن الساحر أو الزنديق الداعي إذا أخذ قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل، ولو أخذ بعدها قبلت، وأن الخناق لا توبة له وتقدم كيفية تعزير اللوطي بالقتل. اهـ كلام ابن عابدين رحمه الله

ترجمہ: میں نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "الصارم المسلول" میں دیکھا ہے کہ (حنفیہ کے ایک فقہی اصول یہ ہے کہ ان کے نزدیک جن جرائم کی سزا قتل نہیں ہیں، جیسے کسی بھاری چیز سے قتل کرنا، غیر فطری راستے میں جماع کرنا۔ اگر کسی سے یہ جرم ایک سے زائد مرتبہ صادر ہو تو امام المسلمین اسے قتل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مصلحت کی بنا پر امام المسلمین مقرر کردہ مقدار سے زیادہ سزا بھی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس طرح کے جرائم میں منقول قتل کو وہ اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ انہوں نے اسی میں ہی مصلحت سمجھا تھا۔ اور اسے وہ سیاسی قتل کے نام دیتے ہیں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جن جرائم کے مشابے جرم میں قتل کا حکم وارد ہوا ہے۔ جب وہ بار بار سرزد ہونے کی وجہ سے سنگین رخ اختیار کرلے تو اس صورت میں امام المسلمین تعزیر کے طور پر قتل کرسکتے ہیں۔) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات ختم ہوئی۔ (شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) مصنف رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر جو فرمائینگے وہ بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ امام المسلمین سیاست کی بناپر چور کو قتل کرسکتے ہیں۔ یعنی جب اس سے بار بار چوری کا جرم صادر ہو۔ کتاب الجہاد سے تھوڑے پہلے یہ بحث آئے گی کہ جس آدمی سے شہر کے اندر دم گھونٹ کر قتل کرنے کا جرم بار بار صادر ہو اسے سیاست کے تحت قتل کردیا جائے گا۔ کیونکہ وہ زمین میں فساد پھیلا رہا ہے۔ ہر وہ شخص جس کا حال ایسا ہو تو اسے قتل کرکے جرم کو روکا جائے گا۔ باب الردۃ میں یہ بحث آئے گی کہ جادوگر یا ایسا زندیق جو اپنے گمراہ کن اور کفری نظریہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو اگر وہ توبہ کرنے سے پہلے ہی پکڑا جائے اور پھر توبہ کرلے تو تب بھی اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اسے قتل کردیا جائے گا۔ اور اگر توبہ کرنے کے بعد پکڑا جائے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ آگے یہ بھی آنے والا ہے کہ دم گھونٹ کر قتل کرنے والے کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔ اور ہم جنس پرست کو تعزیر کے تحت کس طرح قتل کیا جائے گا اس کا بیان آگے گزر چکا ہے۔

(ردالمحتار: ج۴ ص ۶۲-۶۳)

فائدہ ۱: کس جرائم کے کتنی دفعہ مرتکب ہونے سے وہ فساد فی الارض میں شمار ہوگا؟

یہ جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ جیسے چوری میں، پہلی اور دوسری دفعہ چوری کرنا فساد فی الارض میں شمار نہیں ہوگا۔ پہلی دو دفعہ کی چوری "حد" میں داخل ہے۔ جو نکہ متعین ہے۔ البتہ تیسری اور چوتھی دفعہ چوری کرنا فساد فی الارض میں شمار ہوگا۔ اور اگر مناسب معلوم ہو تو امام المسلمین چور کو قتل بھی کرسکتے ہیں۔

دوسری طرف کسی کو دم گھونٹ کر قتل کرنا دوسری دفعہ ہی فساد فی الارض میں شمار ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی سے ایک سے زائد مرتبہ دم گھونٹ کر قتل کرنے کا جرم صادر ہو تو اسے قتل کردیا جائے گا۔

اسے ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جہاں پر "حد" متعین ہے۔وہاں "حد" قائم کی جائے گی۔

اور جب "حد" کا دائرہ عمل ختم ہو جائے تو (جیسے تیسری، چوتھی دفعہ چوری کرنا) اس وقت اس جرائم کو فساد فی الارض میں شمار کیا جائے گا۔ اور جہاں پر "حد" متعین نہیں ہے، وہاں پر کسی جرائم کا ایک سے زائد مرتبہ پایا جانا ہی (جیسے ایک سے زائد مرتبہ دم گھونٹ کر قتل کرنا) فساد فی الارض شمار ہو گا۔

فائدہ ۲: فسادیوں کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، خواہ فساد میں بالفعل شریک ہو یا نہ ہو۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دفع الصائل کے تحت جن لوگوں کو قتل کیا جائے گا، انہیں صرف اسی وقت قتل کرنا جائز ہے، جب وہ بالفعل کسی جرائم کو سرانجام دے رہا ہو۔ اور بغیر قتل کے ان سے جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت ناممکن ہو۔ جرائم سرزد ہو جانے کے بعد مجرم کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس وقت شرعی قانون کے اعتبار سے جو جرم ثابت ہو، اسی کے حساب سے اس پر "حد، قصاص" یا کوئی اور سزا قائم ہو گی۔

اس سے کسی کو شک ہو سکتا ہے کہ بالفعل جرائم کو سرانجام دینے کے علاوہ عام حالت میں فسادیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، جو لوگ فسادیوں کے نام سے معروف و مشہور ہو جائے انہیں کسی بھی حالت میں قتل کیا جائے گا۔ خواہ بالفعل کسی جرائم کو سرانجام دے رہا ہو یا نہ ہو۔ جیسے، کوئی نامور مجرم غنڈے جو فسادی ہونے کے اعتبار سے معروف ہے۔ اور قابل قتل بھی۔ ایسی حالت میں اسے جہاں بھی پایا جائے گا وہاں پر ہی قتل کر دیا جائے گا۔ گھر میں ہو یا باہر، سڑک میں ہو یا بازار میں، جہاں جس حالت میں ملے اسی حالت میں قتل کر دیا جائے گا۔

مثال کے طور پر، سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ یہ سب موذی جانور ہے۔ ان جانوروں کو جہاں پر جس حالت میں ملے قتل کیا جائے گا-نہ کہ اس بات کے انتظار میں رہنا کہ جب سانپ، بچھو یا چوہا کاٹنا شروع کرے تب ہی اسے قتل کیا جائے گا اس سے پہلے نہیں۔ کیونکہ ان فسادیوں کو قتل کیا جا رہا ہے فساد کو ختم کرنے کیلیئے۔ اگر فی الحال یہ لوگ کسی فساد میں ملوث نہ بھی ہو، تب بھی ان کے بارے میں یہی غالب گمان ہے کہ عنقریب وہ کسی فساد میں ملوث ہونگے۔ مستقبل میں ان سے جو فساد کا اندیشہ ہے، اس کے انسداد کیلیئے ہی انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ اور یہ اندیشہ ان لوگوں کے بارے میں ہر وقت ہی لگا رہتا ہے۔ خواہ وہ گھر میں ہو یا گاڑی میں، سڑک میں ہو یا بازار میں، نیند میں ہو یا جاگتے میں۔ ان کے بارے میں کوئی رعایت نہیں۔ جہاں جس حال میں ملے قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

فإن قيل: فما تقولون في السنور إذا أكلت الطيور، وأكفأت القدور؟ قيل: على مقتنيها ضمان ما تتلفه من ذلك ... لأنها في معنى الكلب العقور ... وإن لم يكن ذلك من عادتها بل فعلته نادرا: فلا ضمان. فإن قيل: فهل تسوغون قتلها لذلك؟ قلنا: نعم، إذا كان ذلك عادة لها. وقال ابن عقيل، وبعض الشافعية: إنما تقتل حال مباشرتها للجناية، فأما في حال سكونها وعدم صولها: فلا. والصحيح: خلاف ذلك، وأنها تقتل، وإن كانت ساكنة، كما يقتل من طبعه الفساد والأذى في حال سكونه، ولا تنتظر مباشرته ...وفي "الصحيحين" عنه صلى الله عليه وسلم: «خمس فواسق يقتلن في الحل والحرم: الحدأة، والفأرة، والحية، والغراب الأبقع، والكلب العقور» وفي لفظ "العقرب" بدل "الحية" ولم يشترط في قتلهن أن يكون حال المباشرة. اهـ

ترجمہ: اگر کوئی سوال کرے کہ اگر بلی کسی کے پرندہ کھالے یا گھر کا سامان جیسے ہانڈی، برتن خراب کردے، تو اس (کے جرمانہ) کے بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا: (اگر ایذی پہونچانا اس بلی کی عادت ہوگئی ہے تو) بلی کے مالک کو ضائع کئے ہوئے سامان کا جرمانہ بھرنا پڑیگا۔ کیونکہ یہ بلی اس کتے کی طرح ہے جس کی لوگوں کو کاٹنا عادت ہوگئی ہے۔ اور اگر ایسا کرنا اس بلی کی عادت نہیں ہے بلکہ اتفاقا ہوا ہے تو پھر جرمانہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر دریافت کی جائے کہ مذکورہ جرم کی وجہ سے کیا آپ لوگ اس بلی کو قتل کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو جواب میں ہم ہاں (قتل کردیا جائے گا)، بولینگے۔ جب کہ اس طرح نقصان پہونچانا اس کی عادت بن گئی ہو۔

البتہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ اور شوافع میں سے بعضوں کی رائے یہ ہے کہ جب بالفعل کسی کا نقصان کررہی ہے اسی وقت قتل کیا جاسکتا ہے۔ اور جب بلی کسی کا بالفعل نقصان نہیں کررہی ہے اس وقت قتل نہیں کیا جائے گا۔

البتہ صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے بتایا کہ بالفعل نقصان نہ پہونچانے کی صورت میں بھی قتل کرنے کی اجازت ہے۔ جیسے فساد پھیلانا اور لوگوں کو تکلیف پہونچانا جس آدمی کی عادت بن گئی ہے، تو اسے بالفعل اگر کچھ نہ بھی کرے تب بھی قتل کرنے کی اجازت ہے۔ کسی جرائم کے مرتکب ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: "پانچ فاسق جانور کو خواہ حرم شریف میں ہو یا حرم کے باہر کہیں بھی ملے قتل کردیا جائے گا۔ اور وہ جانور یہ ہے: چیل، چوہا، سانپ، پیٹ یا پیٹھ میں سفید داغ والا کوا اور وہ کتے کاٹنا جس کی عادت بن گئی ہو" دوسری روایت میں سانپ کی جگہ بچھو ہے۔

حضور ﷺ نے ان جانوروں کو قتل کرنے کیلئے بالفعل نقصان پہونچانے میں مصروف ہونے کی شرط نہیں۔"

(الطرق الحکمیہ ص ۲۴۱-۲۴۲)

حدیث میں جن پانچ جانوروں کا نام لیا گیا ہے اس سے صرف وہ ہی پانچ جانور مراد نہیں ہے بلکہ جو جانور ہی ایذی پہوچانے والا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جہاں پر جس طرح ملے اس طرح ہی قتل کیا جائے گا۔

حدیث میں پانچ جاوروں کو ذکر کر کے اس طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فساد پھیلانے والا جو بھی ہو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جہاں پر جس حال میں ملے اسی حال میں قتل کیا جائے گا۔ خواہ فسادی انسان ہو یا جانور۔ اگر فسادی انسان ہے تب تو اس کا حکم بالکل واضح ہے۔ اسی لئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بلی کے قتل کو سمجھانے کیلئے انسان کے قتل کی مثال بیان کیا۔ اور قتل انسان پر قتل بلی کو قیاس کیا۔

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ظالم بادشاہوں کے پاس معصوم بے گناہ لوگوں کے بارے میں الٹے سیدھے شکایت کرتے ہیں۔ اور بادشاہ اس جھوٹی شکایت کی بنا پر بے گناہ لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی فسادیوں میں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) ارقام کرتے ہیں:

سئل شيخ الإسلام عن قتل الأعونة والظلمة والسعاة في أيام الفترة: قال يباح قتلهم؛ لأنهم ساعون في الأرض بالفساد. فقيل إنهم يمتنعون عن ذلك في أيام الفترة ويختفون. قال: ذلك امتناع ضرورة {ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه} [الأنعام: 28] كما نشاهد. قال وسألنا الشيخ أبا شجاع عنه، فقال: يباح قتله ويثاب قاتله. اهـ.

ترجمہ: شیخ الاسلام سے بادشاہوں کے پاس جھوٹے شکایت کرنے والے اور ظالموں کے بارے میں پوچھا گیا جو نکہ بالفعل کسی جرم میں شریک نہیں ہے؟ انہوں نے جوابا فرمایا کہ انہیں قتل کر دینے کی اجازت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ اس پر ان سے سوال کیا گیا کہ جب وہ بالفعل جرم سے باز رہتے ہیں یا کہیں پر جا کر چھپ جاتے ہیں تو اس وقت کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بالفعل باز رہنا تو ضرورت کے تحت ہیں (مجبوری میں ہیں) " اگر انہیں واپس لوٹا دیا جاتا تو وہ لوگ وہی کرتے جس سے انہیں روکا گیا تھا"۔ (الانعام: ص ۲۸)

جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شیخ ابو سجاع رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے اس بارے میں سوال کیا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ اسے قتل کرنا جائز ہے، اور اسے قتل کرنے والا ثواب کا حصے دار ہو گا۔

(ردالمحتار: ج۴ص ۶۴)

الغرض زمین میں جو فساد پھیلا رہا ہے اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ خواہ وہ فسادی قتل کے وقت کسی فساد میں مبتلا ہو یا نہ ہو۔

فائدہ ۳:

اگر فسادی توبہ کر لے؟

مذکورہ حکم ان فسادیوں کے بارے میں ہے جو نکہ ابھی تک توبہ کر کے نیک راہ اختیار نہیں کیا ہو۔ البتہ اگر کوئی فسادی توبہ کر لے اور فساد چھوڑ کر راہ راست پر لوٹ آئے تو اس وقت اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: توبہ کی دو صورت، یا تو اس نے پکڑا جانے سے پہلے ہی توبہ کر لی ہو یا تو پکڑا جانے کے بعد توبہ کی ہو۔ بعض فسادی ایسے ہیں کہ اگر وہ پکڑا جانے سے پہلے توبہ کر لے تو اس کی معافی ہو جائے گی۔ البتہ پکڑا جانے کے بعد توبہ کرنے سے معافی نہیں ملے گی۔ اور بعض فسادی ایسے ہیں کہ انہیں کسی بھی حالت میں معافی نہیں ملے گی۔ پکڑا جانے سے پہلے توبہ کرنے کے بعد بھی انہیں قتل کر دینے کا حکم ہے۔ البتہ اس بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف ہے جو نکہ آگے بتایا جائے گا ان شاء اللہ۔

سیاست کے تحت جن لوگوں کو قتل کیا جائے گا

قرآن و سنت کی روشنی میں سیاست کے تحت بہت سے لوگ قتل کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسے:

۱: جادوگر۔

۲: بدعتیوں کے سرغنے۔

۳: زندیق۔

۴: ہم جنس پرست۔

۵: جانور سے جماع کرنے والے۔

۶: جو شخص اپنے محرم عورت سے شادی کرے۔

۷: چور۔

۸: قزآق وڈاکو۔

۹: دم گھونٹ کر قتل کرنے والا۔

۱۰: بھاری اشیا (جیسے پتھر وغیرہ) کے ذریعے قتل کرنے والے۔

۱۱: شرابی۔

۱۲: جو شخص بادشاہوں کو الٹے سیدھے شکایت کر کے بے گناہ لوگوں کو قتل کرواتا ہے۔

ایک: جادو گر۔

اھل سنت و الجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جادو کی حقیقت مسلم ہے۔ جادو کے ذریعہ لوگوں کو نقصان پہونچایا جاسکتا ہے۔ جادو ایسی چیز ہے جو سیکھی اور سیکھائی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کا سیکھنا اور سیکھانا دونوں حرام ہے۔ البتہ خاص ضرورت کے وقت کچھ کچھ جگہ اس حکم سے مستثنٰی ہے۔ جادو ٹونا کا عام ہو جانا قرب قیامت کی علامت ہے۔

کیا ہر جادو گر ہی کافر ہے؟

جتنے بھی جادو گر ہے سبھی کافر ہے یا نہیں اس میں ائمہ کرام کے اختلاف ہے:

★ بعضوں کے نزدیک جادو منتر کفر ہے۔ اور ہر جادو گر ہی کافر ہے۔

★ اور بعضوں کے نزدیک (جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) اگر جادو میں کوئی کفریہ عقیدہ یا کوئی کفری قول و فعل موجود ہو تو اس کا کرنے والا جادو گر کافر ہے۔ ورنہ نہیں۔

جادو گر کی سزا قتل ہے:

جادو گر اپنے جادو، منتر کے اثر سے لوگوں کو تکلیف پہونچاتا ہے۔ معاشرہ میں بے چینی اور بد امنی پھیلاتا ہے۔ میاں و بیوی میں تفریق پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جادو گر کو مفسد فی الارض یعنی سماج میں فساد پیدا کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اس طبقے کی سزا یہ ہے کہ اگر پکڑا جانے سے پہلے ہی توبہ کر کے نیکی کی راہ اپنالے تو اس کو معافی مل جائے گی۔ اور اگر توبہ کر کے نیک بننے سے پہلے ہی پکڑا جائے تو اس وقت اسے قتل کر دیا جائے گا۔ پکڑا جانے کے بعد توبہ کرنے سے بھی اسے معافی نہیں ملے گی۔ البتہ اگر وہ اپنی توبہ میں مخلص ہو تو اللہ تعالی آخرت میں اسے معاف کر دینگے۔

صاحب الدر المختار (۱۰۸۸ھ) ارقام کرتے ہیں:

الساحر (قبل توبته) ثم تاب لم تقبل توبته و یقتل۔ولو اخذ بعدھا قبلت. اھ(اذا اخذ)

ترجمہ: جادو گر پکڑا جانے کے بعد توبہ کرنے سے اس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔ اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔اور اگر توبہ کرنے کے بعد پکڑا جائے تو اس صورت میں اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔(اور قتل بھی نہیں کیا جائے گا۔)۔

(الدر المختار، رد المحتار کے ساتھ:ج۴ص ۲۴۲)

فائدہ: جادو گر مسلمان ہو یا کافر، اگر مسلمان ہے تو اپنے جادو سے کافر ہو گیا ہو یا نہ ہو، مرد ہو یا عورت، ہر صورت میں جادو گروں کی سزا قتل ہے۔جادو گر چاہے مسلمان ہو، کافر ہو، مرتد ہو یا مرد و عورت ہو غرض، سب کی سزا قتل ہی ہے۔

جو جادو گر مرتد ہے اس کا حکم عام مرتد کی طرح نہیں ہے:

عام مرتدوں کا حکم یہ ہے کہ انہیں تین دن تک توبہ کی مہلت دی جائے گی۔اگر اس تین دن کے اندر اندر مسلمان ہو جائے تو اس کو معافی مل جائے گی۔ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن جو مرتد جادو گر بھی ہو، تو اس کا حکم اس سے مختلف ہے۔اسے توبہ کیلئے مہلت نہیں دی جائے گی۔ پکڑا جانے کے بعد بلاشبہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اگر مرتد کوئی عورت ہے تو احناف کے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔بلکہ جیل میں قید کر کے سزا دی جائے گا۔ لیکن اگر وہ مرتدہ عورت جادو گرنی ہو اور جادو کی وجہ سے مرتدہ ہو گئی ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔اس کا حکم عام مرتدہ عورت کی طرح نہیں ہے۔کیونکہ اصلاً اسے ارتداد کی وجہ سے قتل نہیں کیا جارہا ہے، بلکہ جادو کی وجہ سے قتل کیا جارہا ہے۔

بہر حال اگر مرتد جادو گر ہو تو پکڑا جانے کے بعد اسے اور معاف نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ وہ کوئی عام مرتد نہیں ہے بلکہ فسادی مرتد ہے۔عام مرتد توبہ کر کے مسلمان ہو جانے سے اسے معافی مل جاتی ہے۔لیکن فسادی مرتد کو توبہ کر کے نیک بن جانے کے بعد بھی معافی نہیں ملے گی۔ پکڑا جانے کے بعد فسادی مرتد کی سزا "حد" کی مانند ہیں، حد جس طرح معاف نہیں ہوتی اسی طرح ان کی سزا بھی معاف نہیں ہوگی۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ(۳۷۰ھ) رقمطراز ہیں:

حكى محمد بن شجاع عن أبي علي الرازي قال: سألت أبا يوسف عن قول أبي حنيفة في الساحر "يقتل ولا يستتاب" لم لم يكن ذلك بمنزلة المرتد؟ فقال: الساحر قد جمع مع كفره السعي في الأرض بالفساد. اهـ

ترجمہ: محمد ابن شجاع رحمۃ اللہ علیہ ابو علی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جادوگر کے حوالے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف "توبہ کی مہلت دیئے بغیر ہی اسے قتل کیا جائے گا"، کے بارے میں میں نے پوچھا کہ اس کا حکم عام مرتدوں کے حکم کی طرح کیوں نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیونکہ مرتد جادوگر کافر ہونے کے ساتھ ساتھ زمین میں فساد بھی پھیلاتا ہے۔(اسلئے حکم میں فرق آتا ہے)

(احکام القرآن: ج ا ص ٦١)

انہوں نے مزید فرمایا:

ويستدل بظاهر قوله تعالى: {إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا} [المائدة: 33] إلى آخر الآية، على وجوب قتل الساحر حدا؛ لأنه من أهل السعي في الأرض بالفساد لعمله السحر واستدعائه الناس إليه وإفساده إياهم مع ما صار إليه من الكفر. اه

ترجمہ: اللہ تعالی کا قول: "جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتا ہے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں" (آیت کے آخر تک) اس سے اس بارے میں دلیل پکڑی جاسکتی ہے کہ جادوگر کو حد کے تحت قتل کرنا فرض ہے۔ کیونکہ وہ زمین میں فساد پھیلانے والا ہے۔ جادوگر شعبدے بازی کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہے۔ ان میں فساد پھیلاتا ہے۔ اس کے ساتھ جس کفر میں وہ مبتلا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

(احکام القرآن: ج ا ص ٦٥)

جو جادوگر مرتد نہیں ہے، پکڑا جانے کے بعد اس کی سزا بھی قتل ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ مرتد نہیں ہیں پر مفسد فی الارض ضرور ہے جس کی سزا قتل ہے۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۲ھ) ارقام کرتے ہیں:

لا يلزم من عدم كفره مطلقا عدم قتله؛ لأن قتله بسبب سعيه بالفساد كما مر. فإذا ثبت إضراره بسحره ولو بغير مكفر: يقتل دفعا لشره كالخناق وقطاع الطريق. اهـ

ترجمہ: بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ جادوگر کافر نہیں ہوتا، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اسے قتل کیا جارہا ہے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے، جیسا کہ آگے بتایا گیا ہے۔ چنانچہ جب یہ ثابت ہو جائے کہ جادوگر اپنے جادو سے لوگوں کو نقصان پہونچا رہا ہے، اگرچہ وہ کفریہ جادو نہیں ہے تب بھی اس کے شر کو روکنے کیلئے اسے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ دم گھونٹ کر قتل کرنے والا اور ڈاکوؤں کو قتل کیا جاتا ہے۔

(ردالمحتار: ج۱ص۴۵)

جادوگروں کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے برتاؤ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم جادوگروں کو قتل کردیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عن عمرو ؛ سمع بجالة ، يقول : كنت كاتبا لجزء بن معاوية ، فأتانا كتاب عمر بن الخطاب : أن اقتلوا كل ساحر وساحرة ، قال : فقتلنا ثلاث سواحر .

ترجمہ: بجالہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جزبن معاویہ کے کاتب تھا۔ اس وقت حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک خط آیا، جس میں یہ فرمان تھا کہ ہر جادوگر مرد و عورت کو قتل کردو۔ انہوں نے کہا کہ اس کے بعد ہم نے تین جادوگروں کو ڈھونڈ کر قتل کردیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ح۲۹۵۸۵)

عن ابن عمر ؛ أن جارية لحفصة سحرتها ، ووجدوا سحرها ، واعترفت ، فأمرت عبد الرحمن بن زيد فقتلها

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی تھی۔ جس نے ان پر جادو کیا تھا۔ جب پتہ چلا، اور باندی نے بھی اس جادو کے متعلق اقرار کرلیا۔ اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمن بن زید سے باندی کو قتل کردینے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس باندی کو قتل کردیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ح۲۹۵۸۳)

عن همام بن يحيى ؛ أن عامل عمان كتب إلى عمر بن عبد العزيز في ساحرة أخذها ، فكتب إليه عمر : إن اعترفت ، أو قامت عليها البينة ، فاقتلها.

ترجمہ: ہمام بن یحیی کہتے ہیں کہ عمان کے گورنر ایک جادوگر عورت کو پکڑنے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا کہ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر بن عبد

العزیز رحمہ اللہ نے خط کے جواب میں لکھا کہ اگر وہ عورت اپنے جادو منتر کے بارے میں اقرار کرلے یا گواہ وثبوت کے ذریعہ اس کا جادو کرنا ثابت ہو جائے تو اسے قتل کردو!

(مصنف ابن ابی شیبہ ح ۲۹۵۸۲)

علامہ ابن ھمام رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) رقمطراز ہیں:

وقال أصحابنا: للسحر حقيقة وتأثير في إيلام الأجسام خلافا لمن منع ذلك وقال إنما هو تخييل. وتعليم السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقاد إباحته كفر. وعن أصحابنا ومالك وأحمد يكفر الساحر بتعلمه وفعله، سواء اعتقد تحريمه أو لا ويقتل. وقد روي عن عمر وعثمان وابن عمر وكذلك عن جندب بن عبد الله وحبيب بن كعب وقيس بن سعد وعمر بن عبد العزيز فإنهم قتلوه بدون الاستتابة.

ترجمہ: ہمارے ائمہ کرام کی راے یہ ہے کہ جادو کی حقیقت مسلم ہے۔(یہ صرف شعبدے بازی ہی نہیں بلکہ اس میں حقیقت ہے) اور حقیقت میں انسان کو تکلیف پہونچانے کیلئے اس کا اثر کارگر ہیں۔ البتہ بعض کی راے اس کے برعکس ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جادو صرف نظر بندی اور شعبدے بازی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں۔

اہل علم کے نزدیک اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جادو سیکھنا حرام ہے۔ اور اسے حلال جاننا کفر ہے۔ ہمارے ائمہ کرام امام مالک رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جادوگر، جادو سیکھنے اور عملاً اس کے ارتکاب کرنے سے ہی کافر ہو جاتا ہے۔ اور اسے اس جرم میں قتل کیا جائے گا۔ خواہ وہ جادو منتر کو حرام سمجھتا ہو یا نہ ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ اسی طرح جندب بن عبد اللہ رحمہ اللہ حبیب ابن کعب رحمہ اللہ، قیس ابن سعد رحمہ اللہ اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ کیونکہ انہوں نے جادوگر کو بغیر توبہ کے مہلت دئے ہی قتل کردیا تھا۔

(فتح القدیر: ج۶ ص۹۹)

آگے چل کر فرماتے ہیں:

وعند الشافعي لا يقتل ولا يكفر إلا إذا اعتقد إباحته ... ويجب أن لا يعدل عن مذهب الشافعي في كفر الساحر والعراف وعدمه. وأما قتله فيجب ولا يستتاب إذا عرفت مزاولته لعمل السحر لسعيه بالفساد في الأرض لا بمجرد عمله إذا لم يكن في اعتقاده ما يوجب كفره. اهـ

ترجمہ: البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اگر جادو گر، جادو منتر کو حرام سمجھتا ہو تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور کافر بھی نہیں کہلائے گا- جادو گر اور کاہن کے کافر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے علاوہ دوسروں کی رائے کو اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ (جادو گر وغیرہ کے قتل کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو اختیار نہیں کیا جائے گا بلکہ) کسی کی جادو گری اور ساحری کا عمل ثابت ہو جانے کے بعد اسے قتل کر دینا واجب ہے۔ اور اسے توبہ کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔ اگر اس میں کوئی کفریہ عقیدہ نہ ہو تو اس کے قتل کا سبب صرف جادو نہیں ہو گا بلکہ فساد فی الارض ہو گا۔

(فتح القدیر: ج٦ص٩٩)

لب لباب:

اگر جادو منتر میں کوئی کفریہ عقیدہ یا قول و فعل موجود ہو تو وہ بالاتفاق کفر ہے، اور جادو گر (اگر پہلے مسلمان تھا تو اب) کافر ہے۔ اور اگر جادو ٹونا میں کوئی کفری بات نہ ہو تو اکثر کے نزدیک تب بھی جادو گر کافر ہے، اور بعض کے نزدیک کافر نہیں ہے۔ البتہ جادو و سحر میں کفر رہے یا نہ رہے، جادو گر اور جادو گرنی کافر ہو یا نہ ہو، توبہ سے پہلے پکڑا جانے سے ہر حال میں انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ جادو گر مسلمان ہو یا کافر، اگر مسلمان ہے تو جادو کی وجے سے مرتد ہو گیا ہو یا نہ ہو، مرد ہو یا عورت ہر حال میں ان کی سزا اگر توبہ سے پہلے پکڑے جائے، قتل ہے۔ کیونکہ وہ مفسد فی الارض یعنی زمین میں فساد پھیلانے والا ہے۔ اور فسادیوں کا حکم خواہ وہ کافر، مسلم، مرد و عورت یا غلام و باندی جو بھی ہو ایک جیسا ہی ہے۔ (یعنی قتل)۔

دوسرا. زندیق، ملحد، منافق:

بنیادی طور پر کفار کی دو تقسیم کی جا سکتی ہے:

ا: واضح اور صریح کافر، جو خود کو غیر مسلم کہتا ہے۔ کبھی بھی خود کو مسلمان نہیں بولتا۔ جیسے: یہود، نصاری، ہندو، بدھ، سکھ اور ان کی طرح دیگر ظاہری کفار۔

۲: خود کو مسلمان کہنے والا کفار، یعنی ظاہرا جو خود کو مسلمان دعوی کرتا ہے پر حقیقت میں کافر ہیں۔

پھر خود کو مسلمان کہنے والا کفاروں کو دو قسم میں تقسیم کی جا سکتی ہے:

۱: خود کو مسلمان دعوی کرنے والا صریح کافر۔ یعنی جو خود کو مسلمان کہتا ہے پر سب کو معلوم ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہے۔ جیسے قادیانی فرقے کے لوگ۔ یہ لوگ خود کو مسلمان کہنے کے باوجود سب کو پتہ ہے کہ دراصل یہ لوگ کافر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا شریعت کے احکامات کو لیکر مذاق اڑانے اور تنقید کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو بھی اس قسم میں رکھا جاسکتا ہے۔ جیسے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور ان کی طرح دیگر خود کو مسلمان دعوی کرنے والے اسلام دشمن ٹولے۔

۲: منافق، یعنی خود کو مسلمان ظاہر کرنے والا خفیہ کافر۔ یعنی جو حقیقت میں کافر ہے۔ لیکن مختلف مفاد کیلئے یا اسلام کے لبادہ اوڑھ کر اسلام کو نقصان پہونچانے کی غرض سے خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ البتہ یہ لوگ اپنے کفریہ عقیدے کو بہت ہی احتیاط کے ساتھ خفیہ رکھتے ہیں۔ انتہائی بھروسہ مند یا اپنے ہم خیال لوگوں کے علاوہ دوسروں سے اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اسلئے مسلم معاشرہ میں ظاہری طور پر یہ لوگ مسلمانوں کی طرح ہی پہچانے جاتے ہیں۔ ان میں اور اوپر میں بتائے گئے کافروں میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کے کفر سب کو معلوم ہے۔ یہ لوگ خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر بھی لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ کافر اور مرتد ہے۔

اور دوسری قسم کے کافروں کے کفر چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے کفر ان کے دل میں ہی مخفی رہتا ہے۔ اپنے ہم خیال جنہیں ان کی حقیقت کے بارے میں پتہ ہے اور بھروسہ کے لائق لوگوں کے پاس اپنے کفر کو یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی ان کے کفر سے واقف نہیں ہے۔ ان کی بات چیت و کردار ان کے دل میں چھپے ہوئے کفر کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود واضح طور پر ان سے کوئی کفر ظاہر نہیں ہوتا۔ اسلئے مسلم معاشرہ میں یہ لوگ مسلمانوں کی طرح ہی پہچانے جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ عام مسلمانوں کی طرح ہی برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اور پہلی قسم کے کافروں کا کفر واضح ہونے کی وجہ سے لوگ انہیں کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔ مسلمان نہیں کہتے۔

ان لوگوں کی مثال:

★ حضور ﷺ کے زمانے کے منافقین۔ یہ لوگ ظاہراً خود کو مسلمان کہتے۔ لیکن حقیقت میں کافر تھے۔ ان کا دل کفر و عناد سے بھرا تھا۔ مختلف مفاد یا خود کو مسلمانوں سے بچانے کیلئے خود کو مسلمان کہتے تھے۔ ان کی بات چیت، کردار سے ان کے نفاق ظاہر ہو جانے کے باوجود مسلمانوں کے معاشرہ میں انہیں مسلمان ہی شمار کیا جاتا تھا۔ اور اسلامی قوانین ہی ان پر جاری کیا جاتا تھا۔

★ یہودی، نصاریٰ، شیعہ، ملحد، قادیانی یا دیگر مذاہب کے ماننے والے ایسے کفار جو اسلام کو مٹانے کیلئے خود کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے درمیان رہنے لگتے ہیں۔ جیسے:

۱: یہودی عبد اللہ بن سبا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے درمیان انتشار اور فتنہ پھیلانے کی غرض سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلم معاشرہ میں آکر بس گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا وہ سب کو معلوم ہے۔

۲: ترکی خلافت کو ختم کرنے کیلئے بہت سارے یہودی خود کو مسلمان ظاہر کر کے خلافت کے بہت اونچے اونچے عہدے پر اپنا پیر جمالئے۔ یہ بھی اسی قسم میں شامل ہے۔ ملعون کمال عطاترک بھی اسی قسم کے ایک یہودی خاندان سے تھا۔

۳: آج کے دور میں ان لوگوں کی مثال وہ تمام عسائی ہے جو خود کو مسلمان ظاہر کر کے عوام کی خدمت کی آڑ میں این جی او (NGO) چلا رہے ہیں مسلمانوں کو خفیہ طور پر عیسائی بنانے کیلئے۔ اسی طرح وہ سب ائمہ مساجد جو مسلمان بن کر امامت کی آڑ میں اندر ہی اندر لوگوں کو عیسائی بنانے میں مصروف ہے۔

زندیق کی پہچان:

خود کو مسلمان بتانے والا کفار کی دوسری قسم یعنی منافق جب ان کا کفر ظاہر ہو جاتا ہے، تو اس وقت ان کو زندیق کہا جاتا ہے۔ ان کے کفر مختلف طریقے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسے:

★ جب منافقین اپنی کسی خاص گفتگو میں یا کسی خفیہ ملاقات میں اپنے چھپے ہوئے کفر کو ظاہر کرتا ہے، تب کسی مسلمان کو اس کا پتہ لگ جاتا ہے۔

★ کسی سچے مسلمان کو اپنا آدمی یا بھروسہ کے لائق سمجھ کر اس کے پاس اپنی راز کی بات ظاہر کر دے۔

اس طرح سے کسی منافق کا کفر ظاہر ہو جانے کے بعد اسے زندیق کہا جاتا ہے۔

خود کو مسلمان ظاہر کرنے والا کوئی شخص جو اندر ہی اندر کسی کفریہ عقیدے کو چھپا کے رکھا ہو جب اس کا کفر ظاہر ہو جائے تو اب سے اسے زندیق کہا جائے گا۔ جیسے: کوئی مسلمان مخفی طور پر شراب پینے کو حلال جانتا ہے۔ اگر اس کی کسی خفیہ گفتگو یا کسی بھروسہ مند شخص کے پاس اسے ظاہر کرنے کے ذریعہ اس کا یہ کفریہ عقیدہ سامنے آجائے تو اب وہ زندیق کہلائے گا۔

زندیق اور مرتد میں فرق:

مرتد وہ ہے جس کا کفر واضح ہے۔ جیسے کوئی مسلمان علی الاعلان اللہ اور اس کے رسول یا اسلام کے کسی احکامات کی مخالفت کی تو وہ مرتد ہے۔ اسی طرح خود کو مسلمان ظاہر کرنے والا جو انسان واضح طور پر اسلام کے کسی احکام کو بے بنیاد یا نا قابل عمل کہتا ہو تو وہ انسان صریح کافر اور مرتد ہے۔

اور زندیق وہ ہے جو واضح طور پر اپنا کفر کو ظاہر نہیں کرتا۔ ظاہرا اسلام کے کسی احکامات کی بے حرمتی یا اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ البتہ یہ لوگ اندر ہی اندر اپنے کفر کو چھپائے رکھتے ہیں۔ ان کی بے احتیاطی یا بھروسہ مند سمجھ کر کسی کو بتانے کی وجہ سے ان کا کفر سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد جب ان کو پکڑا جاتا ہے تو اپنے بچاؤ میں اس کفر سے انکار کرتا ہے کہ وہ کسی کفریہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ غرض، دلیل وادلہ کے علاوہ ان کے کفر تک پہونچا نہیں جاتا۔ لیکن مرتد اپنے کفر کو خود ہی ظاہر کر دیتا ہے۔

منافق، زندیق اور مرتدوں کی آسان پہچان:

ہم آسانی کیلئے یہ کہہ سکتے ہیں:

★ اگر خود کو مسلمان دعوی کرنے والا کسی کافر کا کفر کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے پاس ظاہر نہ ہو تو ایسا شخص منافق ہے۔ اللہ کے نزدیک منافق سب سے بدترین کافر ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک وہ مسلمان ہے۔

★ اگر خفیہ گفتگو کرتے وقت یا کسی بھروسہ مند کے پاس اپنے کفر کو ظاہر کرنے کے ذریعہ اس کا کفر ظاہر ہو جائے البتہ وہ اس کفر سے انکار کرتا ہو تو ایسا شخص زندیق ہے۔

★ جو مسلمان علانیہ کسی کفر میں مبتلا ہے تو وہ مرتد ہے۔

بہر حال، جس کا کفر کسی بھی طریقے سے ظاہر نہیں ہوتا تو وہ منافق ہے۔ اور جس کا کفر ظاہر ہو گیا ہو تو اگر یہ ظاہر ہونا مخفی طریقے سے ہے، تو وہ شخص زندیق ہے۔ اور اگر کوئی علانیہ کفر میں مبتلا ہے تو وہ شخص مرتد ہے۔

زندیق کی سزا عام کافروں اور مرتدوں سے سخت ہے۔ آگے اس کی بحث آئے گی ان شاء اللہ۔

ملحد اور زندیق کی عرفی پہچان:

ما قبل میں زندیق کی جو پہچان بتایا گیا، عام طور پر فقہ کی اصطلاح میں زندیق سے یہی مراد لی جاتی ہے۔ البتہ عرف میں زندیق اور ملحد کی تعریف اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ عام طور پر عرف میں خود کو مسلمان دعوی کرنے والا کوئی بھی شخص جو کفریہ عقیدہ رکھتا ہو یا اسلام کو تنقید کا نشانہ بناتا ہو یا اس میں عیب نکالتا ہو یا اسلام کے کسی متفقہ عقیدے کی غلط تشریح کرتا ہو اسے ہی ملحد و زندیق کہا جاتا

ہے۔اس معنی میں بہت سے مرتد کو بھی زندیق کہاجاتا ہے۔ جیسے: تسلیمہ نسرین، سلمان رشدی ان کو بھی زندیق وملحد کہاجاتا ہے۔ لیکن ان کے کفر واضح اور ظاہر ہے۔اسی لئے فقہ کی اصطلاح میں یہ لوگ زندیق نہیں ہے، بلکہ مرتد ہے۔البتہ عرف میں ان لوگوں کو بھی زندیق وملحد کہاجاتا ہے۔اس اعتبار سے خود کو مسلمان دعوی کرنے والا جمہوریت کمیونزم اور سکولرزم کو ماننے والے طبقے کے لوگوں کو بھی زندیق و ملحد کہاجاسکتا ہے۔ لیکن فقہ کی اصطلاح میں یہ لوگ زندیق نہیں ہے بلکہ مرتد ہے۔غرض، یہ تمام طبقات کافر ہیں۔ عرف میں ان لوگوں کو زندیق وملحد کہاجاتا ہے۔ البتہ فقہ کی اصطلاح میں زندیق، ملحد، مرتد کی تعریف الگ الگ ہے۔اور ان کی سزا بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ آگے اس حوالے سے بحث آنے والی ہے ان شاء اللہ۔

زندیق کی سزا:

اگر خود کو مسلمان دعوی کرنے والا زندیق پکڑا جانے سے پہلے ہی توبہ کرکے مسلمان ہو جائے تو آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کی توبہ قبول ہوگی۔اور اس پر سے مرتد کی سزا ہٹ جائے گی۔اور اس کے بعد وہ حقیقۃ مسلمانوں میں شمار ہوگا۔جیسے عام مرتد توبہ کرکے مسلمان بن جانے سے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔اور اس سے ارتداد کی سزا ہٹ جاتی ہے۔خود کو مسلمان ظاہر کرنے والا کوئی شخص اپنے اندر کفر کو چھپانے کی وجے سے کافر ہے یا نہیں اس کو معلوم کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی زندیق پکڑا جانے سے پہلے اس کی توبہ کی یہ شکل ہوسکتی ہے کہ وہ خود سے قاضی یا امام المسلمین کو بتائے کہ وہ اتنے دن کافر تھا۔اب توبہ کرکے حقیقۃ مسلمان ہوگیا ہے۔ تو اب اس کو معافی مل جائے گی۔ کیونکہ از خود اپنی حالت بتا کر توبہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی وہ توبہ کرنے والا ہے۔

اس کے برعکس، اگر شرعی دلیل وادلہ کے ذریعے اس کا کفر ظاہر ہو جائے اور اس کے بعد اس کو پکڑ کر قاضی کے دربار میں پیش کیا جائے تو اس صورت میں اس کی توبہ (اخلاص کے ساتھ ہونے سے اگرچہ اللہ کے پاس معافی مل جائے گی پر دنیا میں) معتبر نہیں۔ کیونکہ اس شخص کے بارے میں غالب گمان یہ ہی ہے کہ اس نے دل سے توبہ نہیں کی بلکہ قتل سے بچنے کیلئے توبہ کررہا ہے۔ جیسا کہ اتنے دن خود کو بچانے کیلئے مسلمان ظاہر کرتا تھا۔

ایک شبہ:

یہاں پر کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر دار الحرب میں کافروں پر حملہ کرتے وقت کفار تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کرلے تو ان کے اسلام قبول کیا جاتا ہے۔ تو یہاں پر اگر زندیق تلوار کے ڈر سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ کیوں نہیں قبول ہو گی؟

اس کا ازالہ:

حربی کفار اتنے دن تک علانیہ طور پر اسلام دشمنی ظاہر کرتا آرہا تھا۔ اب جب کہ وہ لوگ اسلام قبول کر چکے تو یہی بات زیادہ معقول ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقیدے کو چھوڑ کر اسلامی عقیدے کو اپنالیا ہے۔ مگر زندیق اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ اتنے دن وہ اپنی ذات کو بچانے کیلئے کافر ہونے کے باوجود خود کو مسلمان دعوی کرتا تھا۔ اب جب پکڑا جانے کے بعد خود کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو اب بھی ویسا ہی دعوی کر رہا ہے۔ اور اپنا کفریہ عقیدہ چھوڑ دینے کا جو دعوی وہ کر رہا ہے، اس بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ وہ فقط تلوار کے ڈر سے ایسا کر رہا ہے حقیقت میں وہ اس کفر کو ترک نہیں کر رہا ہے۔ کیونکہ اتنے دن تک وہ کافر ہونے کے باوجود صرف خود کو بچانے کیلئے مسلمان دعوی کرتا تھا۔ اور اب پکڑا جانے کے بعد اس کے پہلے کے کفر کو ترک کر دینا یقینی نہیں ہے۔ بلکہ ظن غالب یہی ہے کہ خود کو بچانے کیلئے اتنے دن جس طرح مسلمان ظاہر کرتا تھا اسی طرح اب توبہ ظاہر کر رہا ہے۔ اور حربی کفار اتنے دن سے خود کو صریح کافر دعوی کرتا تھا، خود کو بچانے یا دنیاوی کسی مفاد کیلئے ان کے اسلام قبول کرنے کی کوئی دلیل ان سے ثابت نہیں ہے۔ اسی لئے ان کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ واقعی وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔

بہ الفاظ دیگر جس کے ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہو دنیاوی فیصلے میں اس کی توبہ معتبر نہیں۔ اگرچہ اخلاص کے ساتھ ہونے سے اللہ کے پاس مقبول ہے۔ اور جس کے باطن اس کے ظاہر کی مانند ہیں ان کی توبہ معتبر ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی سبب ہے آگے اس کی بحث آئے گی ان شاء اللہ۔

دلائل اور ائمہ کرام کے اقوال:

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۲ھ) اپنی معرکۃ الاراء کتاب "اکفار الملحدین" میں ارقام کرتے ہیں:

قال: التفتازاني في "مقاصد الطالبين في أصول الدين": الكافر إن أظهر الإيمان خص باسم "المنافق"، وإن كفر بعد الإسلام "فبالمرتد"... وإن أبطن عقائد هي كفر بالإتفاق

"فبالزنديق".وقال في شرحه: قد ظهر أن: "الكافر" اسم لمن لا إيمان له: فإن أظهر الإيمان خص باسم المنافق، وإن طرأ كفره بعد الإسلام خص باسم المرتد، لرجوعه عن الإسلام ... وإن كان مع اعترافه بنبوة النبي صلى الله عليه وسلم وإظهاره شعائر الإسلام يبطن عقائد هي كفر بالإتفاق، خص باسم الزنيدق. اهـ

ترجمہ: "مقاصد الطالبین فی اصول الدین" نامی کتاب میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کافر خود کو مؤمن ظاہر کرتا ہو تو اسے منافق کہا جائے گا۔ اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گیا ہو تو اسے مرتد کہا جائے گا۔ اور اگر اپنے دل ہی دل میں ایسا عقیدہ چھپائے رکھتا ہو جو نکہ متفقہ طور پر کفر ہے تو اسے زندیق کہا جائے گا۔

انہوں نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ کافر ایسا شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے اندر ایمان نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اگر وہ خود کو مؤمن ظاہر کرتا ہو تو اسے منافق کہا جائے گا۔ اگر مسلمان رہنے کے بعد کفر میں مبتلا ہو گیا ہو تو اسے مرتد کہا جائے گا۔ کیونکہ وہ دین اسلام سے پھیر گیا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر اور شعائر اسلام کو ظاہر اماننے کے باوجود اندر ہی اندر ایسے عقیدے پر ایمان رکھتا ہو جو نکہ متفقہ طور پر کفر ہے تو اسے زندیق کہا جاتا ہے۔

(اکفار الملحدین ص:۱۲-۱۳)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

المخالف للدين الحق إن لم يعترف به ولم يذعن له، لا ظاهراً ولا باطناً فهو كافر، وإن اعترف بلسانه وقلبه على الكفر فهو المنافق، وإن اعترف به ظاهراً لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون وأجمعت عليه الأمة فهو الزنديق، كما إذا اعترف بأن القرآن حق، وما فيه من ذكر الجنة والنار حق، لكن المراد بالجنة: الابتهاج الذي يحصل بسبب الملكات المحمودة، والمراد بالنار: هي الندامة التي تحصل بسبب الملكات المذمومة، وليس في الخارج جنة ولا نار فهو زنديق. اهـ

ترجمہ: اگر دین حق (اسلام) کے مخالفت کرنے والا شخص ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے اسے انکار کرتا ہو اور اس کو تسلیم نہیں کرتا تو ایسا شخص صریح کافر ہے۔ اگر زبان سے اقرار کرتا ہو لیکن اس کا دل کفر پر برقرار ہے تو وہ منافق ہے۔ اور اگر ظاہری طور پر تسلیم کرتا ہو البتہ ضروریات دین میں سے چند امور کی تشریح اس طرح کرتا ہو جو نکہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اجماع امت کے خلاف ہے تو اسے زندیق کہا جائے گا۔ جیسے کوئی یہ تسلیم کرتا ہے کہ قرآن مجید حق ہے اور اس میں

جنت و جہنم کا تذکرہ بھی بر حق ہے لیکن جنت سے مراد ایک سکون ہے جو نکہ اوصاف حمیدہ کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جہنم سے مراد، شرمندگی ہے جو نکہ اوصاف قبیحہ کو اپنانے کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں کوئی جنت و جہنم نہیں ہے۔ تو ایسا شخص زندیق ہے۔

(اکفار الملحدین ص: ۴۴)

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے خلاصہ:

خود کو مسلمان دعوی کرنے والا جس شخص کے دل میں کفر موجود ہو (البتہ اس کا کفر عوام میں ظاہر نہیں ہوتا ہے) تو وہ شخص منافق ہے۔ اور جو خود کو مسلمان دعوی کرنے کے بعد بھی اندر ہی اندر کفریہ عقیدہ رکھتا ہو یا ضروریات دین میں سے کسی بات کی ایسی تشریح کرتا ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اجماع امت کی تشریح سے ہٹ کر ہے تو وہ شخص زندیق ہے۔

یاد رہے کہ! یہاں پر علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ زندیق کا عرفی معنی کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مسلمان دعوی کرنے والا شخص ظاہرا نماز، روزہ، حج، زکوۃ یا جنت و جہنم وغیرہ کی غلط تشریح کرے تو فقہ کی اصطلاح میں ایسا شخص صریح مرتدوں میں شمار ہوگا۔ عرفا اسے زندیق کہنے کے باوجود مرتد کا حکم ہی اس پر جاری ہوگا۔ یعنی اگر وہ اپنا کفریہ عقیدہ چھوڑ کر صحیح اسلام میں واپس لوٹ آئے تو اللہ کے پاس اور دنیا میں دونوں جگہ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ اور قتل ہونے سے بھی بچ جائے گا۔ جیسے قادیانی اور شیعہ فرقے کے لوگ جو نکہ اپنے کفریہ عقیدے کو صراحۃ ظاہر کرتا ہے۔ قادیانی فرقے والے ختم نبوت کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ اور شیعہ فرقے والے قرآن مانتے ہیں پر ان کے اپنے مخصوص قرآن۔ اگرچہ عرف میں ان کو زندیق کہا جاتا ہے، پر فقہ کی زبان میں یہ لوگ مرتد ہے۔ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔

اور کوئی خود کو مسلمان دعوی کرے اور ظاہرا اس سے کوئی کفر ظاہر نہ ہو البتہ اندر ہی اندر اس طرح کی غلط تاویلیں اور کفریہ عقیدہ چھپا کر رکھتا ہے، اتفاق سے یا کسی کو بھروسہ مند سمجھ کر اس سے اپنا کفر کو ظاہر کر دے تو ایسا شخص فقہ کی اصطلاح میں زندیق ہے۔ اس کا حکم عام مرتدوں کے حکم سے الگ ہے۔

یا ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ زندیق اصلا منافق ہے۔ مگر اتفاق سے اس کا کفر ظاہر ہو جاتا ہے لیکن وہ اس سے انکار کرتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہے یا کوئی کفریہ عقیدہ نہیں رکھتا ہے۔ تو وہ زندیق

ہے۔اس کے بر عکس جو شخص علانیہ طور پر کفر کرتا ہے وہ زندیق نہیں ہے بلکہ مرتد ہے۔ عرفا کہیں کہیں اسے زندیق کہا جانے کے باوجود فقہ کی اصطلاح میں وہ مرتد ہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) رقمطراز ہیں:

الزنديق في عرف هؤلاء الفقهاء هو المنافق الذي كان على عهد النبي صلى الله عليه و سلم وهو أن يظهر الإسلام ويبطن غيره. اه

ترجمہ: ان فقہاء کی اصطلاح میں زندیق وہ شخص ہے جو نکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافق ہے۔اور وہ ہے اوپر اوپر اسلام کو ظاہر کرنا اور دل میں اس کے غیر کو چھپا کر رکھنا۔

(مجموع الفتاوی: ج۷ ص ۴۷۲)

یعنی جب ان منافقین کے کفر اتفاقا اپنی بے احتیاطی سے ظاہر ہو جائے تو وہ زندیق کہا جائے گا۔زندیق جس دین کو ظاہرا اقرار کر رہا ہے حقیقت میں وہ اس کا دین نہیں ہے۔بلکہ اس کا دین و مذہب کچھ اور ہے۔اس لئے اسے بے دین بھی کہا جاتا ہے۔اس اعتبار سے ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۸۶۱ھ) ارقام کرتے ہیں:

وهو من لا يتدين بدين . اه

ترجمہ: زندیق وہ ہے جس کا کوئی دین و دھرم نہیں ہے۔(یعنی بے دین ہے)

(فتح القدیر، ج۶ ص۹۸)

زندیق کا کفر کس طرح معلوم ہو گا اس بارے میں علامہ موصوف فرماتے ہیں:

فطريق العلم بحاله إما بأن يعثر بعض الناس عليه أو يسره إلى من أمن إليه. اهـ

ترجمہ: اس کی حالت اس طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ یا تو کوئی سچے مسلمان اتفاق سے اس کی حالت سے واقف ہو جائینگے یا پھر زندیق کسی کو قابل یقین سمجھ کر اپنی حالت اس سے بیان کر دے۔

(فتح القدیر، ج۶ ص۹۸)

واضح ہو کہ زندیق کی سزا عام مرتدوں کی سزا سے مختلف ہے۔اس زندیق کی توبہ دنیا میں قبول نہیں ہو گی جو اپنے دل میں کفر چھپائے رکھتے ہو۔اور جو بر سر عام کفر کرتا ہو وہ مرتد ہے۔اگر ایسا شخص توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہو گی۔اور ان پر مرتدوں کی سزا بھی لاحق نہیں ہو گی۔جیسا کہ حربی کافر توبہ کر کے مسلمان ہو جانے سے ان کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں:

والحق أن الذي يقتل ولا تقبل توبته هو المنافق، فالزنديق إن كان حكمه كذلك فيجب أن يكون مبطنا كفره ... ويظهر تدينه بالإسلام ... وإلا فلو فرضناه مظهرا لذلك حتى تاب يجب أن لا يقتل وتقبل توبته كسائر الكفار المظهرين لكفرهم إذا أظهروا التوبة. اهـ

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جسے بلاشبہ قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قابل قبول نہیں ہو گی وہ ہے منافق۔ اور اگر زندیق کا حکم بھی ایسا ہی ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کفر کو چھپاتا ہو۔ اور خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ وگرنہ اگر ہم فرض کریں کہ وہ اپنے کفر کو علانیہ ظاہر کرتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہو گی اور اسے قتل بھی نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ دیگر کفار جو نکہ اپنے کفر کو ظاہر کرتا ہے جب وہ توبہ کرلے (تو ان کی توبہ قبول ہوتی ہے)۔

(فتح القدیر، ج٦ص٩٩)

ماقبل کا لب لباب:

★ جب کوئی حربی کافر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے تو اس کی توبہ جس طرح آخرت میں قبول ہو گی اسی طرح دنیا میں بھی قبول ہو گی، چنانچہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

★ صریح مرتد جب توبہ کرتا ہو تو اس کی توبہ بھی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں مقبول ہو گی۔ چنانچہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

★ جس کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف ہو یعنی زندیق جو در حقیقت کافر ہے پر خود کو بچانے کیلئے یا دنیاوی کسی مفاد کی خاطر یا بھیس بدل کر اسلام کو نقصان پہونچانے کی غرض سے خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔ دنیا میں اس کی توبہ قابل قبول نہیں ہو گی۔ چنانچہ اسے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ توبہ اگر سچے دل سے ہو تو آخرت میں معافی مل جائے گی۔

بنگلہ سے ترجمہ: دعوۃ الی اللہ فورم